

مولانا محمد شہاب الدین ندوی

قرآن مجید

اور

دنیا اُر حیات

جدید سائنس کی روشنی میں چند حقائق

www.KitaboSunnat.com

فرقا نیہا اکیڈمی ٹرست، ۱۶۵ دائرہ ملی، بنگلور ۵۶

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر مستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیقین الہیٰ کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعویٰ مقاصد کیلئے ان کتب کی ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرہن سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاؤشوں میں بھر پور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

- ✉ KitaboSunnat@gmail.com
- 🌐 library@mohaddis.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
الرَّحْمٰنُ اَوْ نَبَاتٌ سَائِنٌ مَا

قرآن مجید

(۱۶)

دنیا کے حیات

چدید سائنس کی روشنی میں چند حقائق

فطرت و شروعت کی حیرت انگریز طبقت اور
حالم انسان کے لئے ایک انوکھا پیغام

(۱۷)

مولانا محمد شہاب الدین ندوی

جنل سکرٹری فرقانیہ اکیڈمی ٹرست

ناشر

فرقانیہ اکیڈمی ٹرست ع ۱۶۵ دارالعلیٰ، بیکریور کوئٹہ

فریض : 384733

(جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ)

نام کتاب ————— قرآن مجید اور دنیا کے حیات
 مصنف ————— مولانا محمد شہاب الدین ندوی
 بار اول ————— ۱۹۸۶ء
 تعداد ————— دو ہزار
 کتابت ————— مسیح الزماں پورنوی
 مطبوعہ ————— کلائیکل پرنسپل دہلی
 قیمت ————— ۳ روپے



شائع کریں :- ۰۲

فرقانیہ اکڈمی ٹرست

۱۶۵ داسرہ میلی، بنگلور کے

بامہ تمام

عبداللہ تزییر و مولوی شفیق الرحمن

فون : 384733

انساب

والدین کے نام، جن کی بے انتہا شفقت
اور وسیع اخلاقی تربیت کے باعث مجھ میں دین کے
شوری مطالعے کا ذوق پیدا ہوا اور میں اس قابل ہوا
کہ اپنی بات دوسروں کو سمجھا سکوں۔ خداوند کریم سے
دھامر ہے کہ وہ ان دونوں کی خشش فرماتے اور
راعی علیین میں انہیں جگہ عطا فرماتے۔

آمين

فہرست مضمون

صفحہ	مضمون	نمبر
۳	انتساب	۱
۲	فہرست مضمون	۲
۴	مقدمہ	۳
۱۵	قرآن حکیم کا اذکھا اعجاز	۴
۲۲	حیاتیات قرآن کی نظر میں	۵
۳۶	نظام تخلیق	۶
۴۰	نظام تسویہ	۷
۴۵	حیاتیات اور اس کے مباحث	۸
۵۳	نظام تقدیر	۹
۵۸	نظام ہدایت	۱۰
۶۸	رذہ دادیت	۱۱
۷۰	نظریہ ارتقا کا ابطال	۱۲
۷۵	حیاتیات کام طالعہ	۱۳

۷۸	دلائل آنفاق اور حیاتیات	۱۲
۸۰	قرآن مجید کا طرز استدلال	۱۳
۸۲	بیانوجی کامقصود	۱۴
۸۳	الذی خلق	۱۵
۸۴	رب اعلیٰ	۱۶
۸۶	رَبْ	۱۷
۸۸	فطرت کی نغمہ سازی	۱۹
۹۰	اسلام کا تصور ربویت اور اس کی ہمہ گیری	۲۰
۹۲	جوامع الکلام	۲۱
۹۴	صفات الہی کی جلوہ نمائیں	۲۲
۹۸	قرآن اور کائنات کی مطابقت	۲۳
۱۰۰	سورہ اعلیٰ کی عظمت	۲۴
۱۰۲	فطرت و شریعت کا مشترکہ نغمہ	۲۵
۱۰۳	خلاصہ بحث	۲۶
۱۰۸	فہرست حوالہ جات	۲۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حُقُّ مُحَمَّدٍ

قرآن مجید دین و شریعت کا مجموعہ اور صوابط اخلاق پر عمل نامہ ربانی ہے جو نوع انسانی کی فکری و عملی زندگی میں رہنمائی و رہبری کے لئے نازل کیا گیا ہے، تاکہ ہر دو میں نوع انسانی کی فکری و اعتمادی حیثیت سے اصلاح کی جاسکے اور اس کے علی و کردار کی درستی عمل میں آسکے۔ اس لئے اس کو دینی و شرعی اور فکری و اعتمادی ہر حیثیت سے ایک جامع صحیفہ بنایا گیا ہے تاکہ وہ فکر و نظر کے ہر میدان میں باطل کی سکوئی کر سکے اور گمراہ کن عقائد و اعمال کا — جو دین و اخلاق پر اثر انداز ہو سکتے ہوں۔ علمی و عقلی حیثیت سے بھی مقابله کر سکے نوع انسانی کو راہ راست پر لاسکے۔

یہی وہ بنیادی غرض و غایت ہے جس کی بنیاب اس کتاب حکمت کو گلہائے رنگ رنگ سے آراستہ و پیراستہ کر کے ایک عظیم ولاثانی صحیفے کا روپ دیا گیا ہے، تاکہ ہر دور کے تقاضوں کے مطابق اس کی رہنمائی کا پہلو خالیہ و نمایاں ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں انسانیت کے اس حیثیت اگرچہ صحیفے میں تشریعی امور کے پہلو ہے پہلو تکوینی مسائل بھی بہتر رجح ہیں۔ کوئی کسی

صحف سماوی کا یہ آخری نامہ ہدایت تکوین و تشریع کا ایک مکمل اور بے مثال صحیفہ ہے جو بصیرت افروزانہ میں نوع انسانی کو دعوت الی اللہ دیتا ہے، جس کی کوئی مثال دیگر صحیفے اور کتابیں پیش کرنے سے عاجز دکھائی دیتی ہیں۔

آج کی صحبت میں قرآن حکیم کے اس الفکھے روپ کی صرف ایک جملک پیش کی جا رہی ہے کہ وہ کس طرح مختصر ترین مگر اعجازی الفاظ و انداز میں دین و حکمت، علم و فلسفہ اور اخلاق و کردار کے کیے کیے مسائل سے بحث کرتا اور فکر و نظر کی گزہیں کس طرح کھول کر رکھ دیتا ہے! اس ملاحظے سے جہاں ایک طرف مذکوت و مدلل طور پر موجودہ دور کی فکری و اعتقادی گمراہیوں کا پردہ چاک ہوتا ہے، جو احوال و مادیت پر مبنی ہیں اور جن کو غالباً سے "سامنی حقائق" کا رنگ دے دیا گیا ہے، تو دوسری طرف عالم انسانی کے لئے ایک الفکھا اور بصیرت افروزانہ یعنی ہدایت بھی سامنے آتا ہے، جو ساری دنیا کے لئے عموماً اور دنیا کے سامنے کے لئے ختم ہوا ایک لمحہ فکر یہ ہے۔

قرآن حکیم کا سب سے بڑا حمال یہ ہے کہ اس کی بے مثال اقتداء زندگی کے باوجود اس کی آیات میں اس قدر جامعیت ہوتی ہے کہ اس کی تفصیل و تشریح کے لئے علوم و معارف کے متعددوں کو کھنگانا پڑتا ہے۔ کیونکہ یہ ایک علیم و حکیم اور ہمہ داں اور ہمہ ہیں ہستی کا کلام ہے۔ جس نے اپنی تخلیقات کے راز اسے رسمتہ کو چند مختصر ترین کلمات میں اس طرح سودا یا ہے کہ ان کی

تفصیل و تشریح سے تمام علوم و فنون عاجزو بے سہ دکھائی دیتے ہیں اور مصل
انسانی حیران و شدرا رہ جاتی ہے۔ یہ کوئی افسانہ یا شاعری نہیں بلکہ ایک
حقیقت واقع ہے، جیسا کہ زیرِ نظر کتاب کے مطالعے سے ظاہر ہو گا۔

یہ کتاب ایک مقالے کی شکل میں ماہنامہ البلاغ کراچی کو صحیح کی تھی۔
مگر افسوس کہ اس کی صرف چند ہی صفحیں شائع ہو سکیں۔ اور اس مسئلے میں
بعض تلحیخ تحریکات سے سالقہ پڑا اور کچھ بدفرمگی بھی پیدا ہو گئی۔ چنان کا ایک
دوسرہ مسٹردہ کتابی شکل میں اشاعت کی غرض سے کراچی ہی کے ایک علم
دوسرا اور صاحب خیر کے حوالے کیا گیا تھا۔ مگر کہی سال کے التوارکے
بعد وہ شائع تو ہو گیا مگر بڑے بدسلیقے کے ساتھ۔ اور وہ بھی بغیر کسی
تعارف یا پیش لفظ کے۔ لہذا اب اللہ کا نام لے کر نئے سرے سے
اس کی اشاعت کا بیڑا اٹھانا بیڑا ہے۔ اس کتاب کا نام پہلے "قرآن مجید"
اور بیالوجی "تجویز کیا گیا تھا۔ جن کو کراچی کے ناشر صاحب نے بدل کر
"بیالوجی قرآن کی نظر میں" کر دیا تھا۔ اب یہ دونوں نام بدل کر قرآن
مجید اور دنیا سے حیات "رکھا گیا ہے۔ بیالوجی (BIOLOGY)
کے معنی ہیں "علم الحیات" یا "حیاتیات" یہ سائنس کی اس شاخ کا نام ہے
جس میں زندو اشیاء یعنی حیوانات اور نباتات کے احوال و کوائف اور ان کی
خصوصیات سے بحث کی جاتی ہے۔ اور اس کتاب میں چند ایسے ہی خالق و
معارف بیان کرنے گئے ہیں جن سے قرآن حکیم نے بحث کی ہے۔ اور ان
کی تفصیل و تصدیق جدید علوم اور جدید تحقیقات سے بخوبی ہوتی ہے۔

الحمد لله رب العالمين میری ایک اور نئی اور اہم کتاب "اسلام کی نشانہ نانیہ" قرآن کی نظر میں، مجلس نشریات اسلام کراچی عہد سے چھپ گئی ہے، جس کے لئے میں نے کئی سال تک جدوجہد کی اور اس سلسلے میں پاکستان کے دو سفر بھی کر دیے۔ اس کا پیش نفظ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی تدوی نے پر قلم کرتے ہوئے کتاب اور اس کے موضوع کی کافی تحسین و توصیف کی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ نہ صرف میری ایک اہم ترین تصنیف ہے (جس میں میں نے اپنے پیشہ سالہ قرآن اور سائنسی علوم کے مطالعہ کا پچھوڑ پیش کر دیا ہے) بلکہ یہ اکیڈمی کے نئے دور کا بھی ایک تختہ ہے کیونکہ عمارت کی تعمیر اور لائبریری کی تشكیل نو اور اس کی شاندار ترقی کے بعد پورے سکون قلب کے ساتھ لکھی جانے والی یہ پہلی کتاب بھی ہے۔ اس کے چند ابواب مانہنامہ بریان درجی میں، دو ابواب مانہنامہ المعرفت لاہور میں اور ایک باب مانہنامہ تہذیب الاخلاق لاہور میں شائع ہو چکے ہیں، جن کو علمی حلقوں میں کافی پسند کیا گیا اور ان کی بہت پذیرائی ہوئی۔ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن اشار اللہ رحمۃ اللہ فرقانیہ اکیڈمی کی جانب سے شائع ہو گا۔

ساہیاں کے کام اور علمی تحریک کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جب تک مناسب سرمایہ اور انتظامی معاملات کو سنبھالنے والے کچھ افراد موجود نہ ہوں کسی علمی ادارے کو چلانا بہت مشکل ہے۔ اور پھر موجودہ علمی کساد بازاری کے دور میں کسی علمی کتاب کو چھاپ کر اس پر خرچ کی ہوئی رقم کی بازیافت ناامکن نہیں تو ایک تحریک سے بھی کسی طرح کم نہیں ہے۔ اسی بنا پر میں نے

پہلے یہ پروگرام بنایا تھا کہ کتابیں تصنیف کر کے کسی دوسرے ادارے کو چھاپنے کی غرض سے دے دی جائیں۔ اور اسی غرض سے راقم طور نے پاکستان کے بھی دو سفر کر دیے۔ مگر نتیجہ برا حوصلہ تھکن نکلا اور یہ بیل منڈھے چڑھنے سے رہ گئی۔

غرض ان تمام اعتبارات سے علم کی اشاعت ایک نہایت درجہ پر چھوڑا اور دشوار ترین مسئلہ بن گئی ہے۔ یوں بھی یہ بات مشهور ہے کہ "جنوب میں جو دیس ہے" مگر بندہ اس جمود کو توڑنے کی راہ میں اپنی ساری صلاحیتیں مسلسل صرف کرتے ہوئے پورے عزم و حوصلہ سے کام کر رہا ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اب حالات رفتہ رفتہ سدھ رہے ہیں اور کچھ رفقاء بھی فراہم ہو گئے ہیں۔ چنانچہ نشو و اشاعت کی ذمہ داریاں اب عزیزی عبداللہ زبیر اور مولوی شفیق الرحمن نے لے لی ہیں، جس کی وجہ سے اب مجھے پورے سکون کے ساتھ تصنیف کام کرنا آسان ہو گیا ہے۔ اسی طرح کتابوں کی نکاسی کے لئے ممبر شپ کا ایک ضابطہ بنایا کر ممبر سازی کی مہم تیز کی جا رہی ہے۔ جس کی وجہ سے کافی حوصلہ افزائش سامنے آرہے ہیں۔ لہذا علم و دوست حضرات سے درخواست ہے کہ وہ خلصانہ اور در دمندانہ طور پر اس ہم کو کامیاب بنائیں۔ تاکہ ہم اس سر زمین میں دین و حلم کی کچھ خدمت کر سکیں اور ہمارا خواب شرمندہ تعبیر ہو۔ یہ علمی ادارہ جنوب کی آئرو ہے جس کا تحفظ آپ کا بھی ایک ملیٰ و اخلاقی فرضیہ ہے۔

الحمد للہ فرقانی کریمؒ میں اس وقت ایک ثرث کی شکل میں جلوہ گرد

ہو کر اپنی نشأة ثانیہ کا آغاز کر رہی ہے۔ ثروت پہنچنے کے بعد سب سے پہلی جو کتاب ادارے سے شائع ہوئی وہ شریعت اسلامیہ سے متعلق ہے۔ یعنی ”سپریم کورٹ کا فیصلہ: حلقہ و واقعات کی روشنی میں“۔ اور اس سلسلے کی چند منیز کتابیں بھی منظر عام پر آنے والی ہیں۔ چونکہ ہندوستان میں تحفظ شریعت کا مسئلہ ایک اہم ترین مسئلہ بن گیا ہے، اس لئے اس موضوع پر بھی کچھ کام کرنے کی ضروت محسوس ہوئی۔ اس طرح یہ کیدی گی اب فطرت و شریعت دونوں کی جامع و معاون نظر آتی ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ہمارے ایک ہاتھ میں شریعت ہو تو دوسرے ہاتھ میں قانون فطرت بھی ہونا چاہتے۔ ورنہ اس مادی اور اسباب و ملے سے بھروسہ دنیا میں ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ یہی اونچ پنج سے عاری ایک متوازن نظریہ حیات ہے جس کی تعلیم قرآن حکیم دیتا ہے۔ اس موضوع پر فصلی بحث کے لئے دیکھنے راقم سطور کی کتاب ”اسلام کی نشأة ثانیہ: قرآن کی نظر میں“

میری سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ قرآن حکیم کا ایک الیسا انسائیکلو پیڈیا تیار کر دیا جائے جو اہل علم اور تحقیقی کام کرتے والوں کے لئے ایک بنیادی مأخذ کا کام دے سکے۔ مغربی اقوام نے مختلف علوم و فنون سے متعلق بسیوں ان انسائیکلو پیڈیا مارتبا کر کے شائع کر دیے ہیں۔ حقیقی کہ باہل جیسی اور افت دیکھ کتاب تک کے متعدد انسائیکلو پیڈیا (دانۃ اللعارف) تہایت درجہ بخت و جانشنازی کے ساتھ تیار کر کے منظر عام پر لائے جا چکے ہیں۔ ان کتابوں کی خوبی یہ ہے کہ علمی کام کرنے والوں کو منشوں میں متعلقہ تمام معلومات یکجا مل

جانی ہیں جو ایک اہم ساختہ درج کا کام دری ہیں مگر قرآن حکیم پر جب کوئی علمی و تحقیقی کام کرنے بیٹھتا ہے تو وہ حیرانی و سگردانی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس موضوع پر کوئی انسانی کو پڑیا موجود نہیں ہے۔ لہذا اضطررت ہے کہ خاص طور پر قرآن مجید کے مختلف علوم و فنون، اس کے مضامین و مندرجات، اقوام و احلام، تاریخی و جغرافیائی مباحث اور سائنسی و ارشادی حقائق وغیرہ پوری جامعت کے ساتھ تحقیقات جدیدہ کی روشنی میں مرتب کئے جائیں۔ یقیناً یہ ایک بھگر کا دیواری اور پتہ ماری کا کام ہے، جو وسائل کی فراوانی کا بھی متعاضی ہے۔ بہر حال بندہ اس سلسلے میں آہستہ آہستہ مگر مثبت طور پر جدوجہد کر رہا ہے اور مختلف خاکے و مخصوصے بنارہا ہے۔ اب دیکھئے اس عظیم الشان کام کے لئے وسائل کب اور کس طرح فراہم ہوتے ہیں۔

پھر عرصہ قبل نظریہ ارتقا کے خلاف علمی اور قرآنی نقطہ نظر سے تحقیقی کام میں مصروف رہا، جس کے نتیجے میں دو کتابیں تیار ہو گئیں۔ یہی کتاب میں قرآنی نظریات اور اس کے قطعی نصوص کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت آدم طیہہ اسلام کی تخلیق ارتقائی طور پر یا خود بخود نہیں بلکہ تخلیق حصوی کی حیثیت سے عمل میں آئی تھی۔ نتیجہ کہ قرآن کی نظر میں آدم حضن نوع انسانی کا ایک تمثیلی نمائندہ نہیں بلکہ ایک تاریخی شخصیت کا نام تھا، جو ابوالبشر یعنی تمام انسانوں کے باپ ہیں۔ اور دوسرا کتاب میں قرآن حکیم کے علمی دلائل کے خلاوہ خود سائنسی حقائق و معارف کے روشنی میں نظریہ ارتقا کا ایک غیر ثابت شدہ اور غیر علمی نظریہ بلکہ ایک خیالی مفروضہ

ہونے کی حقیقت ناقابل تردید ٹھوڑ پر ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ درحقیقت موجودہ علمی دنیا کا وہ عالمگیر مسئلہ ہے جو آج جدید تعلیم یافتہ ترقیاتی اسلام اہل علم کے سامنے ایک بہت بڑے سوالیہ نشان کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور یہ نظر یہ آج تمام انسانی علوم و فنون اور اس کے افکار و افہان پر پوری طرح چھایا ہوا ہے۔ اور اہل علم کی بہت بڑی تعداد اس کو صحیح سمجھتی ہے جو دین و اخلاق کے لئے ستم قائل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی بنیاد پر دین و اخلاق کی گرفت جدید تفاوت سے بہرہ ور انسانوں پر موصیلی پر گھنٹی ہے۔ کیونکہ اب انہیں یہ سب باتیں پرانے دور کی یادگار نظر آتی ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ آج حالم اسلام اور اس کے مرکز بھی ان مادوہ پرستانہ افکار و نظریات سے پوری طرح محور نظر آ رہے ہیں۔ مگر ہمارے ٹھماں کی طرف سے اس قسم کے سائل میں سکوت و خاموشی نے معاطلے کو اور بھی زیادہ سُنگین بنادیا ہے۔ مگر صحیح بات یہ ہے کہ وہ بے چارے اس قسم کے سائل سے واقف ہی نہیں ہیں اور نہ اس کی حضورت محسوس کرتے ہیں۔ بہر حال ان محدودہ اور مادوہ پرستانہ افکار و نظریات کی بیخ کمنی کے لئے ایک ہمدرگیر آپریشن کی حضورت ہے۔ اور یہ ہمدرگیر عمل موجودہ دور میں قرآن حکیم ہی کو بنیاد بنا کر کیا جا سکتا ہے۔ جیسیں سب سے پہلے خود اپنے گھر کی غکر کرنی چاہئے اور اپنی نئی نسل کو محدود بے دین بننے سے بچانا چاہئے۔ زیر نظر کتاب میں بھی ضمناً اس گمراہ کن نظریہ کی تردید میں چند بحثیں ملیں گی۔

بندہ ایک عرصہ سے ذیابطیں کام ریض چلا آ رہا ہے جس کی وجہ سے پیروں میں شدید درد رہتا ہے۔ اور بعض اوقات اٹھنا بھیٹنا مشکل

ہو جاتا ہے۔ اس شدید حالت میں بھی تحقیق و تصنیف میں مسلسل صرف و مہمک رہتا ہوں۔ متعدد اسفار اور دورے بھی اسی حالت میں ہوتے رہتے ہیں۔ کیونکہ ان کے بغیر حوارہ کار نہیں ہے۔ بلکہ اسفار کے بغیر اداروں کا چنانہایت درجہ مشکل مسئلہ ہے۔

بہر حال میری خواہش اور تمنا یہی ہے کہ اب جتنی بھی زندگی باقی رہ گئی ہے اس میں جس قدر بھی قرآن عظیم کی خدمت ممکن ہو کر دی جائے، جو تو شہ آفریت ثابت ہو۔ عمر کی چون منزیں گذر چکی ہیں۔ قارئین سے دعا کی درخواست ہے۔

خادم قرآن محمد شہاب الدین ندوی

دو شنبہ ۲۲ ربیوال ۱۴۰۶ھ

۲۰ جون ۱۹۸۶ء



قرآن حکیم کا انوکھا اعجاز

قرآن حکیم اصول دین و اخلاقی اور شرعی قوانین کی کتاب ہے مگر ضمناً اس میں فطرت کی تمام نیزینگوں کا تذکرہ اور فکر و نظر کو جلا دینے والے صنواریں کا ذکر بھی موجود ہے۔ اس لیاظ سے مختلف علوم و فنون کے حوالق و معارف سے بزریہ ایک حیرت انگیز کتاب ہے اور اس کے اسرار و عجائب کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اس کتاب حکمت میں جس علم و فن کا بھی ماہر گھری اور عمیق نظر دلے گا اسی قدر اس کی مختلف وسائل کے تقویش اس پر ترسیم ہو جائیں گے۔ اور وہ اس کلام برتر کی خانیت کے ملاحظہ سے بہوت وحیرت زدہ رہ جاتے گا۔

قرآن حکیم کے اعجاز کا یہ ایک انوکھا اور بے مثال پہلو ہے کہ وہ باوجود ایک سادہ اور غیر توحیدی کلام ہونے کے۔ جس سے ایک عالم اور عالمی دولوں برابر مستفید ہو سکتے ہیں۔ گھرے ابڑی حوالق اور ایسے اعلیٰ علمی نتائج کا حامل ہوتا ہے جن تک انسان صد سال کے غور و فکر کے بعد پہنچتا ہے۔ گویا کہ قرآن حکیم میں مختلف علوم و فنون کے بنیادی نکات و دریافت کردیئے گئے ہیں۔ چنانچہ متعلقہ علوم کے ماہرین جب اس صحیفہ ربانی پر گھری نظر دلتے ہیں تو ان پر زصرف روز و اسرا کا دروازہ کھل جاتا ہے بلکہ ان پر زبانی ہدایت و رہنمائی کے متعدد پہلو بھی واضح ہو جاتے ہیں۔

قرآن حکیم کا کمال یہ ہے کہ ایک ہی آیت ایک مائی کو بالکل سادہ اور سپاٹ نظر آتی ہے۔ مگر ایک عالم کو دہی آیت حقائق و معارف سے بربز دکھانی دیتی ہے۔ پھر لطف یہ ہے کہ متعدد علوم کے ماہرین کو دہی آیت اپنے اپنے علم و فن کے لحاظ سے مختلف نظر آتی ہے۔ گویا کہ وہ مختلف علوم کے لحاظ سے بے شمار حکمتوں اور مصلحتوں کا مجموعہ ہوتی ہے جس سے ہر شخص اپنے اپنے طرف کے مطابق استفادہ کر سکتا ہے۔ یہ صرف خدائی کلام ہی کی خصوصیت ہو تی ہے ورنہ انسان کلام یا انسانی لذت پر میں اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ جیسا کہ زیرِ بحث مقالے میں سورہ اعلیٰ کی چند آیات کریمہ اور ان کی تشریع و تفسیر سے ظاہر ہو گا۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن حکیم میں مختلف علوم فنون سے متعلق یہ شمار اشارے کئے موجود ہیں جن کو سمجھنے کے لئے متعلقہ علوم اور ان کی تفصیلات سے بحث کرنا پڑکے۔ اس طرح قیامت تک جتنے بھی علوم و فنون۔ خصوصیت کے ساتھ نظام کائنات سے متعلق وجود میں آتے جائیں گے۔ اور ان کی جو بھی تحقیق و تدقیق ہوتی جائے گی، ان کی تمام تفصیلات کو قرآنی اشارات کے ذیل میں لا یا جا سکتا ہے۔ گویا کہ انسان اپنے ہی علم و فن کے زور میں قرآن عظیم کی نئی نئی تفسیریں کرتا چلا جائے گا۔ مگر پھر بھی قرآنی حقائق و معارف کی نہ تو انتہا ہو گی اور نہ اس کی تغیری کبھی مکمل ہو سکے گی۔ یہ بھی ایک پہلو ہے حدیث شریف کے اس فقرے کا ”ولاتنقضي فجاجبه“ یعنی اس کے عجائب کبھی ختم نہ ہو سکیں گے بلکہ

قرآن حکیم کو مختلف علوم و فنون کے اسرار و معارف سے آلات کرنے کے چند مذاہد یہ ہیں:-

۱۔ نوع انسانی پر یہ ظاہر کرایا جائے کہ جس ہستی نے یہ کائنات تخلیق کی ہے اسی ہستی نے اس کلام پر ترکو بھی نازل کیا ہے، ورنہ ان دونوں میں اگر ہقدر مطابقت و ہمزاںی نہ ہوتی۔

۲۔ قرآن اور کائنات کے گھر سے مطالعہ سے جو موڑ و حقائق و اشکاف ہوتے ہیں وہ حیرت انگیز طور پر مؤمنین کے لئے تقویت اور منکرین کے لئے جھٹ کا باعث ہوتے ہیں۔

۳۔ ہر دور کے تقاضوں کے مطابق نہ نئے دلائل و براہین سامنے آتے ہیں اور نئے علم کلام کی تدوین عمل میں آتی ہے۔

۴۔ قیامت تک ہر دور کی رہنمائی ہوتی رہتی ہے۔
بہر حال قرآن اور کائنات کے گھر سے مطالعہ اور تفکر و تدبر کی بدولت ایک ہمد و ان وہمہ بین ہستی کا وجود ثابت ہوتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس عظیم ہستی کی نظروں سے اس عالم رنگ ٹھپو کی کوئی ادنی سے ادنی چیز بھی غائب و مستور نہیں ہے۔ یہی وہ بنیادی اسباب ہیں جن کی بنا پر اس کتاب حکمت کو کائنات اور نظام کائنات کے مختلف رازوں کا امین بنادیا گیا ہے۔

سلہ ترمذی، باب ما جاد فی فضل القرآن -

لَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ كِتَاباً فِيهِ مَا
ذِكْرٌ كُمْطَدٌ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝
ہم نے تمہارے پاس ایک کتاب
کتاب صحیح دی ہے جس میں تمہارا
ذکرہ موجود ہے۔ کیا تم یہیں سمجھتے؟

(آنہیار: ۱۰)

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمْ الْكِتَابَ قِيَامًا
لِكُلِّ شَيْءٍ
اوہ ہم نے تم پر وہ کتاب آمادی ہے
جو ہر چیز کی خوب و ضاہت کرنے
والی ہے۔ (نحل: ۸۹)

فَلَمْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ بِعْدَهُ
السِّرَّ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَ
کہہ دو، اس کتاب کو اس نے تلا
ہے جوز مین اور آسمانوں کے (نام)
بھید دل کا جا منے والا ہے۔

(فسقان: ۶)

إِلَّا يَجِدُوا لِلَّهِ الَّذِي
يُخْرِجُ الْخَبَثَ مِنْ فِي السَّمَاوَاتِ
كُلِّيَّا يوگ الشکری بارگاہ میں سجدو
ریز نہ ہوں گے جوز مین و آسمانوں
کی پوشیدگیوں (اسرار سرستہ)
کو ظاہر کر دیتا ہے۔ (نحل: ۲۵)

وَمَا مِنْ حَمَامٍ فَمَا يَبْرُدُ فِي السَّمَاءِ
وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي كِتَابٍ
اوہ رعن و سما کا کوئی ایسا لازم (سرستہ)
نہیں ہے جو داس کتاب دشون
میں موجود نہ ہو۔

مُبِينٌ ۝

(نحل: ۴۵)

خَلَقَ اللَّهُ الْمَوَاتِ وَ
الْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ
حِكْمَةً وَمِطَابِقَتْ كَمَا سَخَّرَ بِهَا
لِذِيَّةَ الْمُؤْمِنِينَ ۝
کیا ہے۔ یقیناً اس باب میں ہیں
ایمان کے لئے ایک بڑی نشانی
موجود ہے۔ (عکبوت: ۳۲)

تَعَزِّيزُهُمْ أَثْبَاتٍ فِي الْأَفَاقِ وَ
فِي أَنْقِيَمْ حَقِّيْتِيْجَنْ لَهُمْ
أَنَّهُمْ الْحَقُّ ۖ أَوَلَمْ يَكُنْ
يُوَزِّعُ أَنَّهُمْ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ
هُمْ بِهِ ۝
ہم ان منکرین حق کو اپنے نشانات
و دلائل کھا دیں گے، اطراف
حالم میں بھی اور خود ان کی اپنی تہیتوں
میں بھی، تا آنکہ اس کلام برتر کی
حقانیت ان پر واضح ہو جائے۔

کیا یہ بات ان کی دلائل و تہیتوں کے
لئے کافی نہیں ہے کہ تیرارب
داس (المزنگ و بوجک) ہر جزے
واقع ہے۔ (خُم سجوہ: ۵۳)

ان تمام آیات کریمہ کا نقاش ہے کہ لوگ مظاہر کائنات میں خود فکر کریں۔
اوہ علم فطرت کی ترقی ہو۔ پھر تحقیقات و ایجاد فناوری کی روشی میں اس کلام برتر
کی حقانیت واضح ہو جو حالم انسان کے لئے عبرت و بصیرت کا سامان بن سکے۔
 واضح رہے کہ قرآن عکیم کو سمجھنا بظاہر اگرچہ علوم جدیدہ یا علوم سائنس کے
بیان پر موقوف نہیں ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ جب ان علوم میں کمال حاصل

کر کے کتاب اللہ پر گہری نظر اس حیثیت سے ڈالی جائے کہ وہ ہر دو رسم کے
ہدایت نامہ ہے تو اس کا مجموعہ ہونا صاف ظاہر ہو جاتا ہے اور عیبِ غریب
اسرا و معانی منظرِ عالم پر آتے ہیں، جو کلامِ الہی کے طلاوہ کسی دوسرے کلام
کی خصوصیت ہرگز نہیں ہو سکتی۔

اس موقع پر یہ حقیقت بھی دہن لشیں کر لئی چاہئے کہ یہاں پر سائنسی نظریات
و افکار کی تغیری پری خارج از بحث ہے۔ اس کے عکس مداراست دلال وہی
حقائق ہو سکتے ہیں جو صد اسالوں کے تجربے و مشاہدے کے بعد پوری طرح ثابت ہو چکے ہوں۔
جن کو سائنس کی زبان میں "قوانينِ قدرت" (LAWS OF NATURE) اور قرآن کی زبان میں
ہے، (لپوشی و چیزیاں از رسم) کہا گیا ہے جس کا مذکور اور تقلیل کردہ سورہ فرقان کی آیت کریمیں کیا گیا ہے
اور اس لفظ کی تفسیر دیگر آیات میں "خَيْرٌ" (نسل : ۲۵) اور "عَاصِمَةُ زَمَلٍ" (۳)
کے الفاظ سے کی گئی ہے (یہ تینوں تصریحیاں ہم میں الفاظ ہیں) بغرض کائنات
اور نظام کائنات کے یہی وہ "اسرارِ سرستہ" ہیں جو غور و فکر کے بعد کتاب
اللہ میں "وَكَلَّ تَنْقِصَقُ بِحِجَابَهُ" کی شکل میں ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔

وَمَا قَوْطَنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ۔ ہم نے اس کتاب میں کسی قسم کی
کوئی اسی نہیں کی۔ (الفہم : ۲۸)

وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَلَّاهُ تَفْصِيلٌ ۝ اور ہم نے ہر چیز خوب تفصیل ہے
بیان کی ہے۔ (بین المطابق : ۱۲)

وَلَقَدْ صَرَّبَنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا اور ہم نے نوع انسانی کے لئے اس
الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ قرآن میں ہر ایک مثال بیان

لَعْنَهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٤﴾ کروی ہے تاک وہ چونک سکے۔

(زمیر ۲۸)

وَلَقَدْ صَرَقْنَا فِي الْأَنْوَارِ
أو ہم نے اس قرآن میں (غافل
ضامین) بچیر بچیر کر بیان کئے
لَيْلَةً كَوْفَاطٍ
ہیں تاک وہ چونک سکیں۔

(بیت اسرائیل : ۲۱)

قرآن حکیم میں اس قسم کے حقائق (کائنات اور نظام کائنات سے متعلق)
بیان کرنے کی بنیادی غرض و عایت حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے تذکیرے
«الذکر بالله الشر» ہے جسکے معنی اللہ تعالیٰ کی توازن شات (بلطفاہ کائنات)
کے ذریعہ تذکیر و انتباہ۔ تاک مغز و رادر خدا سے باغی انسان اپناروش سے بازآجائے
اور خدا پرستی کی راہ اختیار کرے۔

اس لحاظ سے اگرہ نظام کائنات سے متعلق مختلف قرآنی آیات کا جائزہ
لیا جائے تو ان میں طہ و معارف کا ایک دریا موجز نظر آلتے گا اور ہر دوسرے
تھانے کے مطابق نئے نئے حقائق منظر عام پڑاتے رہیں گے جو خدا سے باغی اور
متکبر انسانوں کو راہ راست پر لانے اور موجودہ حالمگیر مادیت و لاد مذہبیت کا
 مقابلہ کرنے کی راہ میں ہمیات اہم کردار انجام دے سکیں گے۔

اس تہذیب کے بعد اصل موضوع کی طرف رجوع کیا جائے ہے اور اس سلسلے
سورہ اعلیٰ کی بعض حریت انگیز آیات کو سیکھ کی متنبہ کتب لغت و تفاسیر اور

لئے ملاحظہ ہو۔ الفوز الکبیر قرآن کے ملکوم خسر کا بیان۔

جدید سائنسی علوم کی روشنی میں تشریح و تفسیر کی جاتی ہے۔ جن کے ملاحظے سے ظاہر ہو گا کہ اس کتاب حکمت میں کیسے کیسے کوہر آبدار پوشیدہ میں اور ان سے دنیا محض اپنی خعلت اور کوتاہی کی بننا پڑنا واقع ہے۔

حیاتیات قرآن کی نظر میں

سب سے پہلے حیاتیات (Biology) کی تعریف اور قرآنی تقلیل نظر سے اس کے مباحث کی دریافت کی جاتی ہے۔ پھر چند حقائق و معارف بیان کئے جاتے ہیں۔ حیاتیات (Biology) سائنس کی اس شاخ کو کہتے ہیں جس میں حیوانات و نباتات کی جسمانی ساخت و پرواز خود کے طبیعی و فطری احوال و کوائف سے بحث کی جاتی ہے۔

چنانچہ اس علم کے تحت اس کردار ارض پر پاتے جانے والے ترقیوں اسادے بارہ لاکھ حیوانات کا مطالعہ مختلف جیشتوں سے کیا جاتا ہے۔ پھر انہیں چند یا ہمیشہ مشترک خصوصیات کے لحاظ سے (مطالعہ میں ہمولٹ کی خاطر) متعدد درجوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ حیاتیات (Biology) ایک وسیع علم ہے جس کی کئی شاخیں ہیں اور ہر شاخ پر بے شمار کتابیں منظرِ خام پر آچکی ہیں۔ (حیاتیات کے مباحث کی تفصیل آگے آرہی ہے، اس اجمالی علم کو تیلہ نظر کھتے

سے اس تحدید میں تخریب یا دو تہائی حیوانات اور ایک تہائی نباتات شامل ہیں۔

ملاحظہ ہو کتاب :— ASIMOV'S GUIDE TO SCIENCE, VOL. 2.—

P.30, PELICAN BOOKS, LONDON. 1978,

ہوئے قرآن کریم کی حسب ذیل آیات کریمہ کا مطالعہ فرمائیتے ہے جن میں حیرت انگر طور پر حیاتیات اور دینگر تکمیل سائنسی علوم کی نشاندہی موجود ہے۔

پاک بیان کرائے رب بر تر کی جس	سَمْح اَسْمَرْ زِيَّدَ الْأَعْشَلِ ۝
نے پیدا کیا پھر درست کیا اور جس	الَّذِي حَكَىْ قُوَّىْ لَهُ وَالَّذِي
نے مقرر کیا پھر بہتائی کی۔ اور جس	قَدَرَ رَفِهَدَىْ لَهُ وَالَّذِي اخْرَجَ
نے سینوزار اکا یا پھر اس کو خٹک	الْمَرْعُوفَ لَهُ فَجَعَلَهُ غَنَّامَ أَخْرَىَ لَهُ
و سیاہ کوڑا کر دیا۔ (داخلی :- ۱-۵)	

یہ ان آیات کا انقلابی ترجمہ ہے۔ اب رہا ان کا اصل مفہوم جو غور و فکر اور مختلف تفہیم کے مطابعے کے بعد واضح ہوتا ہے تو وہ اس طرح ادا کیا جاسکتا ہے:
 پاکی بیان کراپنے رب برتر کی اور اس کے گن گا جس نے داس کائنات کو
 پیدا کیا پھر برخیر کا جسمانی نظام درست کیا۔ وہ ذات برتر جس نے (تمام
 مظاہر فطرت میں سے ہر ایک کے لئے ایک خصوصی فطری و طبیعی خوابطہ)
 مقرر کیا پھر دہر ایک کو اس خوابطے کے صین مطابق چلنے کی)
 توفیق عطا کی۔ الخ

ویں حصہ میں بھی اسی طرز میں دراصل الشرعاً کی توحید اور اس کی روایتیت کے ان فقرہ آیات کریمہ میں دراصل الشرعاً کی توحید اور اس کی روایتیت کے دلائل مذکور ہیں اور یہاں پر پوری کامیابی اور تمام مظاہر قدرت سے استدلال کیا گیا ہے۔ یہ نپے تلے الفاظ کیا ہیں مختلف علوم کے ابواب اور عناوین دکھانی دیتے ہیں، جو قرآن حکیم کی بلاغت اور اس کی اعمازی اختصار پسندی کا بھی ایک اچھا اور حیرت انگیز نمونہ ہیں۔ الفاظ و آیات کی تشریح حسب قریل ہے۔

آیات نمبر ۳ اور نمبر ۴ میں استہانی درج اختصار سے کام لئے ہوتے
خلاق، سُوئی، قَدَر اور هَدَیٰ کے چاروں مفعول خوف کر دیتے گئے ہیں اور
صرف افعال کے ذکر پر انعام کیا گیا ہے۔ جس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ
یہاں پر دراصل کسی مخصوص نوع یا مخصوص خلقت کی طرف اشارہ مقصود نہیں بلکہ
درحقیقت تمام خلوقات الٰہی ملاد ہیں، خواہ ان کا تعلق انسان سے ہو یا جانات
سے، نباتات سے ہو یا جمادات سے، ارضیات سے ہو یا الفلاک سے، مادہ
(MATTER) سے ہو یا توانائی (ENERGY) سے۔ بالفاظ دیگران الفاظ کے
ابہام میں دنیا کی ہر وہ چیز اور ہر وہ نوع شامل ہو سکتی ہے جس پر حق و تحلیق،
سُوئی (تسوییہ)، قَدَر (تقدیر) اور هَدَیٰ (ہدایت) کا مفہوم صادق
آسکتا ہو۔ بخوبی اور ادبی اصطلاح سے یہ بالکل صاف اور واضح مطلب ہے۔ نہ
اس میں کوئی بسیدگی ہے اور نہ کسی قسم کی تاویل۔

اس مفہوم کی تائید و توثیق مستند تفسیروں سے بھی بخوبی ہوتی ہے۔ چند
نمونے ملا جنہے ہوں۔

علام رشہب الدین الوسی بتعدادی تحریر فرماتے ہیں:

”ومفعول خلق محن وفت ولن اقیل بالعموم آی الذی خلق کلَّ
شیئی سَعْیهٗ یہاں پر خلوق کا مفعول مخدوف ہے۔ اور اسی وجہ سے اس کو
عموم پر محول گیا ہے۔ یعنی“ وہ جس نے ہر چیز کو پیدا کیا ”۔

سلہ تفسیر روح المعانی جلد ۱۰۳، مطبوعہ بیروت۔

علامہ جارالدین مختری تحریر فرماتے ہیں :

ای خلقِ کل شیعی : یعنی وہ جس نے ہر چیز پیدا کی۔^{۱۶}

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں :

ای خلق الخلیفۃ و سوی کل مخلوق فی احسن الہیات^{۱۷} :

یعنی وہ جس نے مخلوق کو پیدا کیا اور ہر مخلوق کو بہترین طور پر تحریک

نمٹا کیا۔

صاحب تفسیر کبیر تحریر فرماتے ہیں۔

قولہ خلق فسوی يحتمل ان یہی بہ الناس خاصة، ويحتمل

ان یہی بہ الحیوان و يحتمل ان یہی کل شیعی خلقہ^{۱۸} :

پہاں پڑا شادی پاری "خلق فتویٰ" میں اس بات کا احتمال ہے کہ اس سے

مراد خاص کر نوع انسانی ہو، اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد (تمام)

حیوانات ہوں، اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد ہر وہ چیز ہو جس

کو اس نے پیدا کیا ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی رقمطراز ہیں۔

"جس نے ہر شے کو) بنایا پھر (اس کو) تھیک بنایا (یعنی ہر شے کو

۔۔۔ تفسیر کشافت ۳/۲۲۲، مطبوعہ تہران۔

۔۔۔ تفسیر ابن کثیر ۲۰۰۵، عیسیٰ البابی مصر۔

۔۔۔ تفسیر کبیر ۲۰۰۸، مطبع عامہ مصر، ۱۴۲۳ھ

مناسب طور پر بنایا ہے۔

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ان چاروں الفاظ (تخلیق، تسویہ، تقدیر اور بہارت) میں بہت و سیع معنی مراد یا گیا ہے۔ اور ان کا اطلاق دنیا کی ہر چیز اور ہر مخلوق پر ہو سکتا ہے۔ درحقیقت ان الفاظ کے ذریعہ مخلوقات الہی کی چند خصوصیات عمومی اعتبار سے نام مخلوقات موجودات میں مشترک ہونے کے باوجود اپنی خصوصیات کے لحاظ سے مختلف بھی ہیں، جن کے مطابق سے ایک رب برادر کی خلائق اور اس کی کاریگری اور اعلیٰ درجے کی مہارت فن کا اظہار و اکشاف ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے مخلوقات الہی اور موجودات عالم کا مطالعہ بہتری ہم اور بصیرت افزود ہے اور اس جائز سے اللہ تعالیٰ کی حکمت تخلیق اور اس کی ربوبیت کے عجیب و غریب مناظر اور اس کی مخلوق پروری کے حیران کن دلائل دبر این سامنے آتے ہیں، جیسا کہ سائنسی علوم اور خصوصاً حیاتیات (سیالوجی) کے تفصیلی مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے۔ لہذا ان چاروں الفاظ کی محصر تشریع و تغیر عصری تقاضوں کے مطابق کی جاتی ہے۔

نمایام تخلیق

اللہ تعالیٰ خلق : وہ جس نے ہر چیز کو پیدا کیا۔
خلق کے معنی میں عدم سے وجود میں لانا۔ عربی لفظ کی سب سے بڑی

شہ تفسیر بیان القرآن ۹۲/۱۲، نماج پبلیشورز رہی مطالعہ مختانہ بجوان عکسی۔

کتاب "سان العرب" میں اس لفظ کی جو تشریع و تفصیل مندرج ہے یہاں پر اس کا خلاصہ بیان کیا جاتا ہے۔

"کلام عرب میں خلق کے معنی ہیں کسی چیز کو بغیر مثال سابق وجود میں لانا اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے جو کچھ دخاصل کر لائیں تو اسے اوزاع حیات میں کسی بھی نوع کو پیدا کیا ہے وہ بغیر کسی مثال سابق کے ہے۔ اسی معنی میں ارشاد باری ہے:

الْأَرْلَهُ الْخَلْقُ وَ الْأَمْرُ "دہاں اسی کے لئے سزاوار ہے پیدا کرنا اور حکم چلانا"

ابو یکران ابن الانباری کا کہنا ہے کہ خلق کی کلام عرب میں دو صورتیں ہیں:
 ۱، کسی چیز کو اونچھے طرز پر وجود میں لانے کے بعد پھر اسی سابقہ طرز پر پیدا کرتے رہنا۔
 ۲، اندازہ کرنا اور کہا کہ ارشاد باری "فَتَبَرَّأَ اللَّهُ أَحْنَنُ الْمَغَافِقِينَ" کا مطلب ہے پہترین اندازہ کرنے والا۔

ازہری کا کہنا ہے کہ خالق اور خلاق اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہیں۔
 الف لام کے ساتھ غیر اللہ کے لئے یہ صفت جائز نہیں ہے۔ یہ وہ فات ہر تر ہے جو تمام اشیاء کو عدم سے وجود میں لائی۔ "فَهُوَ إِمامُ راغبٍ لِكُلِّ هُنْدٍ" امام راغب لکھتے ہیں:

"خلق کی اصل صحیح اندازہ (یا صحیح منصوبے) کے ہیں۔ اور اس کا استعمال بغیر کسی سابقہ منونے کے ایجاد شے کے لئے ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے:
خَلْقُ السَّمْوَاتِ وَالْأَرْضِ: اس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا۔

شہ سان العرب ازان بن منظور، ۱/۸۵، طبع جدید، بیروت، ۱۹۶۸ء۔

یعنی بغیر کسی نہوز سابق کے۔ جیسا کہ ایک دوسرے موقع پر اس کی نفیر اس طرح کی گئی ہے:

بَدِيقَةُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ: زمین اور آسمانوں کو انوکھے طرز پر بیٹھانے والا۔

نیز یہ فقط (خلق) ایک چیز سے دوسری چیز کو نکالنے (ایک مادہ سے دوسرا مادہ نکالنے) کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے:

خَلَقَهُمْ مِنْ نَفْسٍ وَأَصِدَّقَهُ: اس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا۔

خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ تَنْفُعَةٍ: اس نے انسان کو تلفظ سے پیدا کیا۔

خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ مَلَائِكَةٍ: اس نے انسان کو (سمیٰ کے) خلاصے سے پیدا کیا۔

وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَثَارِيجٍ: اور جن کو اگ کی لپٹ سے پیدا کیا۔

خلق یعنی ابداع (جیسی کسی چیز کو بغیر کسی مثال سابق کے وجود میں (نما) اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفت ہے۔ اور اسی وجہ سے خلاق عالم اور دوسروں کے دریان فرق کرنے لئے فرمایا گیا۔

أَفَقَنْ يَخْلُقُ كُلَّنَا لَزِيَّلَقُ یعنی دوہ خدا نے برتر جو سام

خَلْقَاتِكُمْ كَرُونَتْ إِلَهٌ خلقوں کو پیدا کر رہا ہے کیا وہ دن

جیسے بے بیول (کی طرح ہو سکتا ہے

جو کچھ بھی نہیں پیدا کر سکتے۔ کیا

تم اُنی سی بات بھی نہیں کہتے۔ (فصل ۷۶)

سالہ مفردات القرآن، ص ۱۵۸، جمع بیروت۔

حاصل یہ کہ فقط خلق کا اطلاق تین معنی پر ہوتا ہے۔

- ۱۔ بغیر کسی مثال سابق کسی چیز کو وجود میں لانے۔
- ۲۔ کسی چیز کو وجود میں لا جھکتے کے بعد پھر اسی مادے سے دوسری چیز (سابقہ نہ کے مطابق) پیدا کرتے رہنا۔
- ۳۔ اندازہ کرنا۔

جیسا کہ گزر چپکا امام راغب کے قول کے مطابق معناۓ اول اللہ تعالیٰ کی خصوصی صفت ہے۔ یعنی اس باب میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شرک و سہم نہیں ہے۔ مگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ معناۓ ثانی میں بھی کوئی اس کا شرک و سہم نہیں بن سکتا۔ چنانچہ آج انسان روئے زمین پر افریقیاً آشنا کا کہ حیوانات اور چار لاکھ نباتات کے وجود کا پتہ لگا چکا ہے۔ اور ان کی نوعی خصوصیات اور ان کے طبیعی احوال و کوائف کا حال قلمبند کر چکا ہے۔ مگر کسی ایک نوع کے تعلق بھی۔ باوجود سائنس اور تکنیکوں کے ہجھ جھقی ترقیوں کے۔ یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ اس نوع کا خاتقی بن سکتا ہے یا اس کو مثال اول کے مطابق دوبارہ وجود میں لاسکنا ہے یا خدائی تخلیق و افراہیں میں کسی قسم کی ترمیم یا اضافہ کر سکتا ہے۔ خلق عالم یکے بعد دیگرے لاکھوں انواع حیات کو بغیر کسی مثال سابق وجود میں لا جھکا ہے۔ اور پھر ہر نوع کے لاکھوں کروڑوں افراد کو ان کی تمام نوعی خصوصیات کے ساتھ لباس وجود میں برپا جلوہ گر کر تا جارہا ہے۔ مگر خدا کے علاوہ کوئی دوسری ہستی ایسی نہیں ہے جو اس قدر بے مثال اور حریت انگلیز کر شمے دکھا سکے۔ چنانچہ وجود سو سال پہلے جو دعویٰ کیا گیا تھا وہ آج بھی ایک زندہ و

تابندہ صداقت ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ
مَوْلَانِ اللَّهِ لَكُمْ يَخْلُقُوا فَإِنَّمَا يَأْبَا^ا
بِمَا لَمْ يَرَوْا إِنَّمَا يَعْلَمُ
مَا بَيْنَ أَرْجُونَاهُمْ - ط
سبکے سب اس کام کے لئے
بھی نہیں پیدا کر سکتے، اگرچہ وہ

جمع ہو جائیں۔ (حج : ۷۲)

چنانچہ یہ بڑی عبرت کی بات ہے کہ پوری دنیا سے سائنس میں کراکیب
مکی یا پھر کو پیدا کرنا تو بہت دور کی بات ہے، ایک ادنی درجہ کا پروٹوپلارم
تک تیار نہیں کر سکتی۔

إِنَّ رَبَّكَ الَّهُ الْخَالقُ الْعَلِيمُ^ب یعنی ایسا رب ہی اکیلا خلاق اور
ہمدردانہ ہے۔ (حجر: ۸۹)

لقط خلاق مبالغہ کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں : *الذان قَدْ خَلَقَ بَعْدَ خَلْقِهِ*
یعنی خلاق وہ ہے جو ایک کے بعد دوسرا مخلوق پیدا کرنے والا ہو۔ چنانچہ ایک
نہیں لاکھوں قسم کی مخلوقات ہیں جن کو اس نے بطور نمونہ و مثال پیدا کیا ہے۔
دنیا کے نباتات و حیوانات میں ایک بالکل تنہی اور حصیرے کیک خلوی۔
PROTO-UNICELLULAR (Proto-unicellular) اور خود زینی جانبدار پروٹوزوا (PROTO-ZOA)
(Zoa) سے لے کر ایک بڑے سے بڑے دیوبیکر جاگوز تک بارہ لاکھ سیں

صلحہ کتاب الہمار و الصفات، منقول از امام حسینی، ملاحظہ ہو لغات القرآن“

جزء ۲ ص ۳۱۶ ، مطبوعہ ندوۃ المصنفین درہی۔

پائی جاتی ہیں اور یہ مختلف قسمیں گویا کر نہنے ہیں "شلاق طیم" کی پیدا کردہ مخلوقات کے۔ اب اگر کسی کو تحقیق کا دعویٰ ہو یاد ریتی اسے سائنس کے متعلق کسی کو یہ دعویٰ ہو کر وہ بھی خلق و آفرینش کے میان میں پکر سکتی ہے تو ان لاکھوں انواع حیات میں سے کوئی ایک حیر سا خیر نہ نہ منتفع کر کے اس کے مثل دہم مانند تخلیق کر دکھاتے۔

اس موقع پر پیش ٹیوب بے بی "وغیرہ کی مثال خارج از بحث ہے کیونکہ یہ فعل - جو بظاہر ایک بھروسہ کھانی دیتا ہے۔ تمام تر فطرت لورن نظام فطرت کا پابند نظر آتا ہے۔ انسان نے جو کچھ اس سلسلے میں کیا ہے وہ محض اس قدر ہے کہ رحم مادر کے اندر جنین (EMBRYO) کے بینے اور اس کے نشوونما پانے کے عمل کا مطابق کر کے دیے ہی طبعی حالات مصنوعی طور پر پیش ٹیوب کے اندر پیدا کر دیئے جن کی وجہ سے رحم مادر کے باہر بھی عمل انعام پاسکے۔ لہذا دونوں صورتوں میں وہی نتیجہ پر آمد ہوا۔ مگر اس سے انسان کی خالقیت یا اس کی کسی قسم کی فضیلت ظاہر نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ اس نظام کی اندر ورنی مشینی اور باطنی اسیاب و مطل سے پہلے ہی کی طرح اب بھی بے خبر اور جاہل محض ہے۔ اس کو تو اتنا بھی نہیں معلوم کہ ماڈہ منویہ اور اس کے جرثومے (SPERMATOZOA) کا حقیقی عمل کیا ہے؟ سانپ کی شکل کا جرثومہ آخر انسان کی شکل کس طرح اختیار کر لیتا ہے؟ خلیے (CELLS) کس طرح بننے ہیں اور ہندسی اشکال میں کس طرح خود بخود منظم طور پر نشوونما پانے لگتے ہیں؟ روح اور اس کے ظاہر عقل، شعور اور اک اس اس اور حافظہ وغیرہ کس طرح رونما ہوتے ہیں اور کس طرح کام کرتے ہیں؟

اس قسم کے بیس شمار سوالات ہیں جن کا انسان کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ لہذا ایک جاہل اور ناداقف ہر سی کسی چیز کی خالق نہیں ہو سکتی۔ خالق تو وہی ہو سکتا ہے جو اپنی تیار کردہ مشینتی کی ہر سر چیز اور ہر پر زے سے بخوبی واقف ہو: اور چھر دوسری حیثیت سے یہ بات اس وقت صحیح ہوتی جب کہ عورت اور مرد کے مادہ منویہ کے بغیر یا بے جان اجزاء سے زندگی وجود میں لائی جاتی۔ مصنوعی طور پر بچہ پیدا کرنے کی مثال بالکل ایسے ہی ہے جیسے ایک کسان زمین میں ہل چلاتا ہے، پھر راذہ ڈال کر سینچائی کر دیتا ہے۔ اس کے بعد روپیت اپنا عمل کرتی ہے۔ اب جس طرح کسان کو حصیتی یا پودوں کا خالق نہیں کہا جا سکتا اسی طرح مصنوعی طور پر بچہ پیدا کرنے والے کو بھی خالق نہیں کہا جا سکتا۔

أَمْ جَعَلُوا اللَّهَ شَرِيكَ الْحَلْقَوْا کیا انہوں نے اللہ کی خدائی میں

كَضَّافَهُ فَنَذَابَهُ الْخَالقُ عَلَيْهِمُ الْهُنْدُ ایسے بھی شرکیہ ٹھہر اور کسے ہیں

قُلِ اللَّهُ خَالقُ هُنْ شَيْءٌ وَهُوَ جنہوں نے اللہ کی تخلیق کی طرح

كُوئي تخلیق کر دی ہو جس کی بنابری الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ اُوحید القہار

ان کو ران دلوں قسم کی تخلیقات

میں ایسا س ہو گیا ہو کہ درود کے

اللہ کی ہر چیز کا خالق ہے اور وہ

راس باب میں) اکیلا اور پڑال

ہے (جیسا کہ اس کی پیدا کردہ خلوفات

این ران حال سے خود اس کی

عذت کی گواہی پیش کر رہی ہوں)

(رعد: ۱۶)

قرآن حکیم میں تردید شرک کے موقع پر صفت "تخلیق" کا خصوصی تذکرہ ملتا ہے جو بہت ہی مسمی خیز ہے۔ اور اس کی اہمیت دو قریم سے زیادہ دو حجۃ میں نظر آتی ہے۔

وَاتَّخَدُوا مِنْ دُوْنِهِ
اللهُ أَلَا يَعْلَمُ فُلَنْوَ
لَا يَعْلَمُ لَهُمْ فَلَفَنْوَ
وَلَا يَعْلَمُونَ لِرَأْيِهِمْ فَرَأَ
وَلَا يَعْلَمُونَ مَوْتًا
وَلَا حَيَاةً وَلَا يَعْلَمُونَ مَوْتًا
وَلَا حَيَاةً ۝

ان لوگوں نے اللہ کو جھوٹ کر چڑھا
لایے بلے بیوں (کو اپنا معبود بنایا
لیا ہے جو کسی بھی چیز کو پیدا نہیں
کر سکتے۔ بلکہ درحقیقت وہ خود
پیدا کرنے گئے ہیں (لہذا جو خود مخلوق
ہے وہ خالق کیسے بن سکتا ہے؟
سری ویسے کہ) ان کو نہ تو دا پتے
ذاتی) نفع یا نقصان کا اختیار ہے
ذمہ نہ کا، ذمہ نہ کی کا اور نہ دوبارہ
امکھڑے ہونے کا۔

(فرقاں: ۲)

شرک کی تردید میں اس قسم کی بہت سی آیتیں موجود ہیں جن کے ملاحظے سے قدیم گمراہوں کے علاوہ ہر قسم کی جدید فکری بے راہ رویوں کی جزوں بھی یورپی طرح کث جاتی ہیں۔ یہ زندہ کتاب کی چند زندہ آیات ہیں جن کا

اعجازی مفہوم ہر دو میں برابر صادق آمار ہتھا ہے۔ غرض تحقیق و افریش کے باپ میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شرک نہ قائم نہ درود قدیم میں بھی رہا ہے اور نہ آئندہ قیامت تک کبھی ہو سکتا ہے۔ بالفاظ دیگر خالق و مخلوق کبھی ایک درجہ پر نہیں آسکتے۔ خالق ہمیشہ خالق ہی رہے گا اور مخلوق ہمیشہ مخلوق ہی رہے گی کیسی مخلوق کی یہ مجال نہیں ہوگی کہ وہ۔ لاکھ تر قیوں کے باوجود۔ خالق بن جائے یا خالق کے درجے تک پہنچ جائے۔ اس پوری کائنات کا صرف ایک ہی خالق ہے اور ہمیشہ ایک ہی خالق رہے گا۔ اسی لئے فرمایا گیا:

مسیح اسمر رَبِّكَ الرَّحْمَنِ ﷺ
گُنَّ گَادَ اپنے بَرَدَ کے جس نے
الْكَذِيْرِ حَرَلَقَ :
Das جہانِ آب و خاک کی بہرحوا
عدم سے وجود بخشنا۔

اواعیات کی سلسل تحقیق و افریش اور ہزاروں سالوں سے نوعی افراد کا تسلیم کے ساتھ اپنی نام نوعی خصوصیات کے ساتھ جلوہ گر ہوتے رہنا ایک حرمت انگریز نظام ہے، جس کا منظاہرہ بغیر ایک برتر اور خلاق ہنسی کے نامن بلکہ مجال در الحال ہے۔

اس کے بعد اگلے الفاظ اور فقرہ میں اپنی اس تحقیق و خلاقت کے چرخصالص و امتیازات بیان کئے گئے ہیں، جو شرک و منظاہر پرستی اور الحاد و مادیت کے خلاف دلائل و برائین کی حیثیت رکھتے ہیں اور ہم سے ہر قسم کی فکری گمراہیوں کا سد باب ہو سکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس دنیا میں انسان کی دو حیثیتوں میں:

ایک حیثیت سے وہ ختماء نظر آتا ہے تو دوسری حیثیت سے مجبور و ورمانہ دکھائی دیتا ہے۔ ایک طرف وہ چاندستاروں کو تسویر کر کے افلک کو اپنی گذرگاہ بنانا ہے تو دوسری طرف ایک مکھی یا پھر جیسی اولیٰ سی چیز کی تخلیق بھی نہیں کر سکتا۔ بلکہ وہ حقیقت زندگی کی اکائی یعنی ختماء یا پرلوٹ پلازم (PRO-TOPLASM) کی حقیقت و مہابت تک سمجھنے سے ماجزو بلے بس نظر آتا ہے۔ جو یا کہ "تخلیق" کی ابجدر سے بھی ناداقت اور اس کوچے میں بالکل ہی کوڑا دکھائی دیتا ہے۔

نظامِ تسویہ

الَّذِي خَلَقَ فَتَرَى مُلْكًا
جِنْ نَهْ دَاسْ كَانَاتْ كِيْ ۝
پِرْ إِكْ بِحْرْ إِيكْ كَا جَمَانِيْ اعتبار
سے تسویہ کیا۔

تسویہ کے معنی ہیں : کسی چیز کو درست و استوار کرنا، غمک ٹھاک کرنا، میرے ہن کو سیدھا کرنا وغیرہ۔

سَوَاه تسویہ وَ أَصْوَاه : جعله سَوَاتَأَ مَلَك
تسویہ کا مادہ "س وی" ہے جو ہر قسم کی جماں درستی، اعتدال اور کسی چیز کے افراط و تفرط سے حاری اور بالکل درمیان میں واقع ہونے کے

لئے بولا جاتا ہے۔ مثلاً: مکان سوئیٰ: ہمارا جگہ۔ علّه
مکان سوار آئی متوسطین المکانین ﷺ؛ یعنی "مکان سوار" اس
جگہ کو کہتے ہیں جو دو جگہوں کے درمیان متوسط ہو۔

مکان سوئیٰ و سوئیٰ و سوار: آئی عدل و میتوسط فیہا بین الفرقین ﷺ۔

یعنی وہ جگہ جو فرقین کے بالکل درمیان اور درست ہو۔

ایسوی الشیئ افتدى لہ ایسوی کے معنی ہیں معتدل ہونا۔

و رجل سوئیٰ ایسوت اخلاقہ و خلقہ عن الرفراط والتفريط ﷺ اور

"رجل سویٰ" اس آدمی کو کہا جاتا ہے جس کے اخلاق اور خلقت افراط و تفرط یہ
پاک اور معتدل ہوں۔

اسی طرح "غلام سوئیٰ" ایسے بچے کے لئے بولا جاتا ہے جس کی جسمانی

حالت صحیح اور بھروسہ اور اس میں کسی قسم کا عیب یا بیماری نہ ہو۔ علّه

وسوار الجبل فرویہ (پیار کی چونی) و سوار النہار متصرفہ (دو بیر)

علّه العینا، ۲۲۵/۳ -

علّه سان العرب، ۳۱۲/۱۳ -

علّه سان العرب، ۳۱۳/۱۳ -

علّه العینا، ۳۱۳/۱۳ -

علّه مفردات القرآن، ص ۱۵۲ -

علّه المنجد، بیروت، ۱۹۵۴

ولیلۃ السوار لیلۃ اربع حشرۃ بلالہ (چودھویں رات)

لفظ "تسویر" میں یہ تمام معانی مخوذ ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ فاعل کے مطابق "ٹلانی ضریب" کا تعریف "ٹلانی شجوہ" ہی میں منتقل ہو کر آتا ہے۔ چھڑ بابت تفعیل کی ایک خصوصیت تعریف کے ملاوہ مکثیر و مبالغہ بھی ہے۔ یعنی صدری معنی کی زیادتی بھی مطلوب ہوتی ہے۔ جیسے جال سے جوں اور طاف سے طوف میں، جو بہت زیادہ گھومنے اور بہت زیادہ طواف کرنے کے لئے بولا جاتا ہے۔

غرض "تسویر" کے معنی ہوئے قسم کی جیمانی درستی جس میں حدود صریح اعتدال ملحوظ رکھا گیا ہو اور اس میں کسی قسم کا نقص یا عیب نہ ہو۔ مثلاً یہ نہیں کہ ایک ہائی ایجاد انجی کا ہے تو دوسرا پھر اپنے کا، یا ایک آنکھ گولی برابر ہے تو دوسرا گولے برابر، یا ایک ہڈی چھوٹی ہے تو دوسرا بڑی، انسان کے جو جوڑ جوڑ اعضا ہیں وہ ہر طرح یکسان اور حریت انگیز طور پر متعین اور مناسب ہوتے ہیں۔ چراں اعتدال اور مناسب کا ایک پہلو ہی بھی ہے کہ تمام اعضا تجھماںی اور زناہیہ کے جیمانی میں مجموعی حیثیت سے توافق و سہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ اس اعتبار سے بھی ایک خلق اور نہایت درجہ نگران و نگہبان ہستی کا وجود تابت ہوتا ہے۔ اور تمام طبی و سائنسی علوم اس نقطہ کی سکھل تشریح کرنے کا کافی ہیں۔

اس وقت دنیا سے حیوانات میں تقریباً آنھلاکہ قسم کے انواع پائے جاتے ہیں۔ اور ایک چھوٹے سے یک حلولی جاندار پر و لوزوا (PROTOZOA) اور پروفیٹا (PROTOFITA) سے لے کر ایک بڑے سے بڑے ہائی لارس

وہیں تک تمام جانداروں کی ساخت اور ان کی بناوت اور ان میں سے ہر کیک کا پیچیدہ جسمانی نظام ایک حریت انگریز نظم و ضبط اور اٹلی درجہ کی صنائی اور ہمارت فن کا حال ہے۔ اور یہ سارے الوزع جیات اپنے تعلق جسمانی نظاموں کی بروقت جوانی دنیا کے عجائب میں شمار ہوتے ہیں، جن کے تفصیلی مطالعے سے نہ صرف نظام تسویہ کی حیثیت واضح ہوتی ہے بلکہ نقاش قدرت کی ربوبریت و رحمائیت کے بھی حیران کن مناظر سامنے آتے ہیں۔

(الَّذِي خَلَقَ فَسَوَى) اپنی مخلوق کو درست کیا یعنی اس مخلوقہ، جعلہ متناسب کے جسمانی اجزاء کو تفاوت اور اونچ پچ سے پاک اور متناسب بنایا۔ یعنی بالکل شبیک خاک کیا۔ ایں اُئی جعلہ ستاویا وہ تو اصل معناہ، والمراد فجعل خلة کما تقصینہ حکمتہ سبحانہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق اپنی حکمت کے میں مطابق بنایا جیسا ماقبل اُئی فجعل الرُّشَا رسوله کی ذات و صفات اس کی مخصوصیتی اور اسی معنی میں کہا گیا ہے کہ اس نے (نما) اشیاء	(الَّذِي خَلَقَ فَسَوَى) مخلوقہ، جعلہ متناسب الاجزاء خیو متفاوتے ہیں اُئی جعلہ ستاویا وہ تو اصل معناہ، والمراد فجعل خلة کما تقصینہ حکمتہ سبحانہ فی ذاته وصفاته وفی معناہ ماقبل اُئی فجعل الرُّشَا رسوله فی باب الرَّحْكَام و الدِّرْقَان، ولله بعوانہ لَقُون بحضورون بعض ملکہ
--	---

شہ تفسیر حبیلین ، ۱۵۹/۲ ، مطبوع مصر ، ۱۳۳۶ھ

الله تفسیر روح المعانی ، ۱۰۳/۲ ، مطبوعہ بیروت -

(کل منظاہر کائنات) کو حکم د
مضبوط طور پر بنایا ہے، ایسا
نہیں کہ بعض میں تو اقان لمحوظ
رکھا گیا ہوا اور بعض میں نہ رکھا
گیا ہوا۔

اس سلسلے میں شیخ ملنٹادی جوہری نے بعض سائنسی حقائق کی روشنی میں
نیتاً زیادہ بہتر تفسیر کی ہے اور اس بارے میں متعدد پیلوؤں کو بڑی خوبی کے
ساتھ واضح کیا ہے:

"(وہ جس نے پیدا کیا اور خیک ٹھاک کیا) یعنی ہر چیز کو پیدا کیا اور اس
کی خلقت کا پوری طرح تسویہ کیا اور اپنی مخلوقات کو تفاوت اور اونچ پیچ کے
ساتھ نہیں بنایا بلکہ ان کی آفرینش میں ایک ہمدردان اور داشمند کی طرح حدود جو
نظم و استحکام رکھا۔ اگر اس نے ہوتا تو پھر ان منظاہر میں ہم حسب ذیل حکمتیں
بھی نہ دیکھتے:

۱۔ اس نے چہرے کی خوبصورتی ان چار اعضا میں رکھی ہے، ناک اور
دو انکھیں۔ اگر یہ اعضا باہم مناسب ہوں تو خوبصورتی پیدا ہوتی ہے
درست بدصورتی غایاں ہو جاتی ہے۔

۲۔ اس نے باطنی جمال بھی چار چیزوں میں رکھا ہے، جو یہ ہیں:
حکمت، عفت، شجاعت، اور عدل۔ اگر یہ چاروں خصلتیں مکمل ہوں گی
تو وہ اخلاقی اعشار سے بھی کامل ہو گا۔ درست بد اخلاق بنتے گا۔

۲۔ اس نے کس طرح انگلیوں کی ہڈیوں کو پہلی بنائیں؟ اس طرح کہ ہر انگلی میں تین بین پورے ہوتے ہیں جو بڑی باریک بینی کے ساتھ جوڑے گئے ہیں۔ انہی کی وجہ سے صناعتی، زراعتی اور جنگی آلات کو بھی پکڑنا ممکن ہوتا ہے۔
۳۔ ناخنوں کو انگلیوں کے کناروں کی خاطلت کے لئے نیزگری پڑی باریک چیزوں کو اخترانے کی خاطر بنایا۔

۴۔ رُوفی کو انسان کی پوشش کے لئے تنقیع بخش بنایا۔ اور بعض پرندے ایسے بناتے جو کھیتوں اور پیڑ پودوں سے ان کیروں کو جن چن کر کھالیتے ہیں جو انسان کے لئے غذا فراہم کرنے کا سبب ہوتے ہیں۔

۵۔ اسی طرح نباتات کے داخلی اجزاء میں اختلاف عناصر کے ذریعے انسان کے لئے بہت سے فوائد و دلیلت کر دیتے۔ مثلاً کلورین (CHLORINE) روئی کے ریشے میں ۲۷٪ فی صد، جو میں ۲۰٪ فی صد، سیم میں ۲۳٪ و ۱ فی صد، آلو میں ۲۰٪ فی صد، گئے میں ۱۸٪ فی صد اور بر سیم داک قسم کی محاس (MHS) میں ۹٪ و ۱۲٪ فی صد ہوتا ہے۔ پس اس اعتبار سے صانع عالم کی حکمت ملاحظہ ہو کہ اگر اس عنصر کا تناسب اس جیکھانہ مقدار کے مطابق نہ ہوتا تو ان اشیاء میں یہ فوائد بھی ظاہر نہ ہوتے۔ جس طرح باتھوں کی بہیاں ایک مناسب اندازہ اور نظام کے ماتحت نہ ہو تو ان تو ان کے مطلوبہ فوائد ظاہر نہ ہوتے۔ اس طرح نباتات کے اجزاء کا الگ "تسویہ" نہ کیا جاتا اور انہیں ایک منسویے کے تحت جلوہ گرد کیا جاتا تو نباتات کا نظام بھی بگڑ جاتا جائے۔

شیخ طنطاوی نے اس موقع پر بہت اجمال کے ساتھ اور بعض انسان اور نباتات کی صرف چند خصوصیات کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ ورنہ اگر چاہا جائے تو پورے علم الحیات (Biology) اور تمام سائنسی علوم اور ان کے حیرت انگیز مباحثت کو ان آیات کو سکھ کی تشریح و تفسیر میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ وضاحت کی جا چکی تخلیق اور تسویہ کا اطلاق جس طرح حیوانات و نباتات پر ہوتا ہے اسی طرح موجودہ اصطلاحات کی رو سے تمام مادی و غیر مادی اشیاء مثلاً حرارت (HEAT) روشنی (LIGHT) آواز (SOUND) بر قل (GLOW) - ECTRICITY اور مغناطیسیت (MAGNETISM) پر بھی ہو سکتا ہے۔ اس طرح ان الفاظ کے موم میں ایسی فوائد اور ایسی قوتوں کو ATOMIC ENERGY دیا گی جو اس سب کوہ آ جاتے ہیں۔

لَا كُلَّ شَيْءٍ يَخْلُقُهُ إِلَّا قَدْرُهُ بلاشبہ ہم نے ہر چیز ایک متعین مقدار کے پیدا کی ہے۔ (قرآن: ۲۹)

وَكُلَّ شَيْءٍ عِزْدَةٌ يُوقَدُ بِهِ اور اس کے ہاں ہر چیز ایک متعین مقدار کے ساتھ ہے۔ (درود: ۸)

چونکہ میرا موضوع بحث، اس وقت صرف بیالوجی ہے اس لئے میں خصوصیت کے ساتھ صرف بیالوجی اور اس کے متعلقہ اسی سے تعریف کر دوں گا اور جیسا کہ مختلف تغیری اقتباسات سے ظاہر ہو گیا کہ ہمارے ذخیرہ تفاسیر میں بھی اس سلسلے میں بہت سے حقائق اور اصول اقتباس سے پہت کارامدنکات ملتے ہیں، جن کو ہم بیان دینا کھلر جدید علوم کی رکذتی میں مندرجہ شرح و تفصیل پیش کر سکتے ہیں۔

اس طرح ہم پر اپنے سلف صالحین سے بہتھنے اور کجروں پیدا کرنے کا الزام بھی عائد نہ ہوگا۔ لیکن چنانچہ صاحب تفسیر کریم اللہ نے اس موقع پر تین اقوال مغل کئے ہیں جن کی تفصیل اس طرح ہے:

۱۔ اس سے مراد انسان ہیں اور ان کے تزویہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی قابلت کو درست و محتل اور اس کی شکل و صورت کو بہتر بنایا جیسا کہ دوسرے موقع پر ارشاد ہے۔

اللَّهُ خَلَقَ النَّاسَ فِي أَحْسَنٍ
لَفَوْبِيرَ :
 یقیناً ہم نے انسان کو بہترین خلقت
 میں پیدا کیا ہے۔

لئے اگر ہمارے تغیری ذخیرے کی اچھی طرح چنان بین کی جائے تو ہمیں مفرمِ کرام کے اقوال ہی میں سے اپنے مطلب کی ہاتھیں اور کارامہ نکات مل جاتے ہیں اور مفرم سے اختلاف کرنے کی بہت کم ضرورت پڑیں آتی ہے۔

بچھے دور میں چونکہ سائنسی علوم کی تحقیق و تدوین اس طرح نہیں ہوتی تھی جس طرح کر عصر حاضر کا خاص ہے، اس لئے ہمارے مفسون نے اس سلسلے میں تفصیلی بحث نہیں کی، ورنہ کم اذکم امام رازیؒ تو ضرور ان تمام علوم و مباحثت کو بھی اپنی تفہیر میں شامل کر دیتے۔

لکھے یعنی تفسیر کے تکمیلہ نگار جن کا نام نامی پروردہ راز میں ہے۔ چنانچہ علامہ شبی نعماقی کی تحقیق کے مطابق سورہ فتح حکم کی تفسیر امام رازی ہر کسی لذکھی ہوتی ہے۔ اس کے بعد جو کوئی غلط فہمان تفسیر نامکمل حقیقت ہے اس کی نامعلوم حالت نے بالکل (انداز میں) ۱۰

۱۔ اس سے مراد تمام حیوانات ہیں۔ ان میں سے ہر نوع کو اللہ تعالیٰ نے اس کی ضرورت کے مقابلے مناسب اعتبار اور آلات اور حواس عطا کئے۔

۲۔ اس سے مراد تمام مخلوقات ہیں۔ اس صورت میں "تھوڑے" سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کل ممکنات پر قادر ہے اور تمام معلومات کا حالم ہے اس نے جو چیز اور چیز کو بغیر کسی انتشار و اضطراب کے نہیں ہے ورنہ حکم طریقے پر پیدا فرمایا۔

قول ثانی کا دائرہ بحث موجودہ سائنسی علوم کے مقابلے صرف علم حیوانات (BIOLOGY) میں خصر ہے۔ جبکہ قول اول کا دائرہ بحث علم حیوانات کی حروف ایک شاخ قرار پاتی ہے۔ اور قول ثالث کے مقابلے اس کا دائرہ کار تمام سائنسی علوم پر محیط نظر آتا ہے۔

علام شہاب الدین الکوی تحریر فرماتے ہیں کہ اس سلسلے میں جو مختلف احوال (تفصیر و لذتیں) موجود ہیں وہ بطور مثال ہیں نہ کہ بطور تخصیص۔

(بچہ صفحہ کا بقیر، امام رازی ہی کے رنگ میں۔ بقیر سورتوں کی تغیری کو دی مگر اپنے نام کو ظاہر نہیں کیا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مقالات شبیل، ۲۲/۲۲ - ۲۲/۲۳، طبع سوم، ۱۹۵۹ء۔

علوہ تفسیر کبریٰ، ۲۴۹/۸ - ۲۸۰

دھنے اصولی اعتبار سے علم حیوانات ایک شاخ ہے علم الحیات یا حیاتیات (BIOLOGY) کی۔ اس کی تفصیل اگلے صفحات میں آرہی ہے۔

دھنے مثلاً بیویات (فریکس)، یکھیا (کیمسٹری)، حیاتیات (رسیلوجی)، ارضیات (جیالوجی)، اور فلکیات (astrانجی) وغیرہ۔ ان علوم کے تحت زمین سے آسمان تک اور ایک ایم سے لیکر ایک سفیح کی تکمیل اور تمام نظام اور فطرت اور ان کی فطری و طبیعی خصوصیات زیریشت آئیں۔

بہر حال مفریں نے جن چیزوں کو بارا جمال بیان کیا ہے مزورت ہے کہ آج جدید طوم کی رشی میں ان کی پوری پوری تفصیل بیان کر دی جاتے تاکہ قرآنی دلائل و بر اہمین اچھی طرح واضح ہو جائیں اور قرآن حکیم کا علمی انجاز مکمل کر سامنے آجائے۔ اس موقع پر سائنسی نظریات کی تغیریز پری خارج از بحث ہے۔ کیونکہ یہاں پر قرآنی اشارات کو بعض عنوان بتا کر اس کی تفصیل میں جدید طوم و معارف کو جتوڑ تفصیل بیش کرنا مقصود ہے۔ ان طوم و مباحث یا زیادہ صحیح عنوان میں ان علوم کے افکار و نظریات کی تغیریز پری کا قرآنی حوالق پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ پھر تبدیلی نظریات میں ہوتی ہے کہ اصل طوم اور ان کے بنیادی مباحث میں یہ

الْرَّقْنَ كِتَبٌ الْحِكْمَةُ أَيْسَةٌ الف، لام، ن۔ یا مسی کتاب ہے
شِرْفِيَّةٌ مِنْ لَدُنْ جس کی آئیں علمی و اخلاقی حیثیت ہے

مُبْرُو مُسْكِمْ كَرْلِيَّہ معتبر و مسکم کرنی ہیں۔ پھر

ایک مکت و الی اور باخبر سی

کی جانب سے ان کی (پوری

پوری) تفصیل بیان کی گئی ہے۔

(الہور ۱)

حکم روح المعانی، ۲۰/۲۔

حکم اس موضوع پر تفصیلی بحث میں نے اپنی تازہ کتاب (غیر مطبوع) وجود باری اور قیامت کے شواہد، دنیا کے نباتات میں یہ کی ہے۔

حیاتیات اور اس کے مباحث

جیسا کہ گذر چکا حیاتیات (BIOLOGY) سائنس کی اس شاخ کو کہتے ہیں جس میں زندہ اشیاء (حیوانات و نباتات) کی جسمانی ساخت و پرداخت اور ان کے طبیعی و فطری احوال و کوائف سے بحث کی جاتی ہے۔

بیالوجی یونانی زبان کا مرکب لفظ ہے۔ BIOS کے معنی زندگی کے ہیں اور علم یا سائنس کو کہتے ہیں۔ اس لفاظ سے بیالوجی کا مطلب ہوا: "زندگی کا حلم" LOGOS

THE SCIENCE OF LIFE

حیاتیات کی دو بڑی شاخیں ہیں:-

BOTANY _____ ۱۔ علم نباتات

ZOOLOGY _____ ۲۔ علم حیوانات

پھر ان میں سے ہر ایک علم کا متعدد حصیتوں سے منظم مطالعہ کیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے ان میں سے ہر ایک کی چھ مرید چند شاخیں بن جاتی ہیں، اور وسعت مباحث کے اعتبار سے یہ بھی مستقل علوم شمار ہونے لگے ہیں۔ مثلاً:-

MORPHOLOGY _____ علم عضویات

HISTOLOGY _____ نیجیات

all ملاحظہ ہو کتاب:-

OUTLINES OF ZOOLOGY, BY

M.E. AYYAR, MADRAS, 1976

<i>ANATOMY</i>	علم شرع
<i>PHYSIOLOGY</i>	فعالیات
<i>ECOLOGY</i>	طبیعی ماحول
<i>TAXONOMY</i>	علم درجہ بندی
<i>GENETICS</i>	علم والد و تاسل

معدوم شدہ جانوروں اور پودوں کا علم

PALAEONTOLOGY

نباتی سعاشیات

حیاتیاتی کیمیا

طبعی حیاتیات

تابکاری حیاتیات

خوراکی حیاتیات

علم خلیات

سالانی حیاتیات

تمام جانداروں میں — خواہ وہ حیوانات ہوں یا نباتات۔ چند مشترکے

خصوصیات پائی جاتی ہیں مثلاً :

۱۔ تمام حیوانات و نباتات جہانی احتیارات سے لانوار دنکھے شکنے خوراکی خالوں کا

مجموعہ ہوتے ہیں جن کو حیاتیات کی اصطلاح خلیے (CELLS) کہتے ہیں۔ ان

خالوں میں ایک متحرک اور لیسٹر مادہ بھرا رہتا ہے، جس کو اصطلاح میں

نخرا یا پاپروٹوپلازم (PROTO PLASM) کہتے ہیں۔ زندگی کا وجود اور اس کا اختصار اسی مادے کے وجود اور اس کی حرکت پر موقوف ہے۔ چنانچہ جب تک یہ مادہ کسی جسم میں متحرک رہتا ہے زندگی بھی قائم رہتی ہے۔ لیکن جیسے ہی یہ مادت ہو جاتا ہے جسم بھی ساکت اور بے جان ہو جاتا ہے۔ اس لحاظ سے روح اور نخرا یہ میں بہت گہرے اعلق نظر آتا ہے اور روح کی حقیقت کو علی وجوہ بصیرت سمجھنے کے لئے علم خلیات (CYTOLOGY) کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔

۲۔ تمام حیوانات و نباتات کی ابتداء ایک خلیہ (CELL) سے ہوتی ہے جو بزرگی پر چلی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ ان کی تعداد کروڑوں اربوں تک جا پہنچتی ہے کسی بھی جاندار کے تمام اعضاء انہی خلیوں پر مشتمل ہوتے ہیں، جو مختلف الیوریں میں مختلف شکل و صورت کے ہوتے ہیں۔

۳۔ تمام حیوانات و نباتات میں سے ہر نوع کا ایک مخصوص طرز پیدائش کا نشوونما اور انتقال، اور بڑھا پا اور موت کے مخصوص طوار ہوتے ہیں، جس کے مقابلہ وہ اپنی فطری و طبیعی زندگی لگزارتا ہے۔

۴۔ جس طرح حیوانات سانس لیتے ہیں اسی طرح نباتات بھی سانس لیتے ہیں جس کو نظام تنفس یا RESPIRATION کہا جاتا ہے۔

۵۔ تمام حیوانات و نباتات کے اجسام کا نشوونما ایک مسلسل کیمیاوی عمل کے تحت خلیوں (CELLS) میں انجام پاتا ہے۔ اسی عمل کے ذریعہ ہر خلیہ مسلسل دو دو حصوں میں تقسیم ہوتا اور اپنی جگہ پر مکمل خلیہ بننا چلا جاتا ہے۔ تمام حیاتیاتی اجسام کی بزرگتری اسی طرح ہوتی رہتی ہے۔ اس عمل کو نفس اور تنفس کا عمل

یا METABOLISM کہا جاتا ہے۔

۶۔ حیوانات ہی کی طرح نباتات بھی حساس ہوتے ہیں اور رنج و راحت محسوس کرتے ہیں۔ مگر حیوانی دنیا میں نظام عصبی (Nervous System) بہت ترقی یافتہ ہے، جبکہ نباتاتی دنیا میں یہ ادنی درجے کا ہے۔ لئے

۷۔ منت اخبارات سے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ حیوانات و نباتات میں بہت سی چیزیں مشترک طور پر پائی جاتی ہیں جو گویا کہ وحدت تخلیق یا وحدت بلوبیت کو ظاہر کر رہی ہیں۔ اگرچہ ان میں بہت سے اختلافات بھی ہیں، جو یہی فرق و امتیاز کی خاطر ہیں۔ ان میں سب سے بڑا فرق جو ہے وہ یہ ہے کہ حیوانات آزادانہ طور پر قلع و حرکت کر سکتے ہیں جبکہ نباتات ایک جگہ پر خاموشی کے ساتھ زمین میں گڑے رہ کر اپنے تمام افعال اور ذمہ داریاں بخوبی ادا کرتے رہتے ہیں۔

یہاں پر استقصاً مقصود نہیں ہے بلکہ صرف چند خصوصیات ہی کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ غرض حیاتیات اور خصوصاً حیوانی دنیا میں ان تمام نظمات (نظام تنفس، نظام عصبی، نظام ہضم، نظام اخراج فضله، نظام دولنزوں، نظام آلات بول و براز، نظام عضلات اور نظام توالد و تسلیل وغیرہ) کا مطالعہ منظم طریقہ سے کیا جاتا ہے اور یہ تمام مباحثت اور قلع کردہ حیاتیات کی متعدد

جزئیں یہ مباحثت زیادہ تر حسب ذیل کتاب سے ماخوذ ہیں:

A CLASS BOOK OF BOTANY, BY A.C. DUTTA,
OXFORD UNIVERSITY PRESS, 1978.

شاخوں کے ملادہ طبی علوم (MEDICAL SCIENCES) کے تحت بھی آتے ہیں۔ اور ان موضوعات پر مختلف زبانوں میں ہزاروں یا کم لائکھوں کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ یہ تمام علوم اور مباحث قرآن حکم کے بیان کردہ "نظام تسویہ" ہی کی تفصیل و تشریح ہیں۔ اور انسان قیامت تک اس مسلم میں جو بھی تحقیق و تدقیق کریا رہے گا اور جتنے بھی علوم و معارف کی تدوین کرتا جائے گا وہ سب عرض تسویہ اور روایت ہی کی تفسیر ہو گی۔

ان علوم اور ان کے مباحث کی وسعت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ انسان صد ہا سال کے مسلسل مطالعے اور غور فکر کی پرولٹ لاکھوں حیوانات و نباتات کا تفصیلی علم حاصل کر چکا ہے اور ان کی نوعی خصوصیات اور فطری و طبی صوابط کو نہایت درجہ وقت نظر کے ساتھ قلمیند کر رہا ہے۔ مثلاً اب تک بخش دنیا کے نباتات کی حسب ذیل اقسام ریکارڈ کر چکا ہے۔

ALGAE (پھپوندی) کی بیس ہزار قسمیں دریافت کی جا چکی ہیں۔

FUNGI (سماوغ وغیرہ) کی نو سے ہزار قسمیں دریافت کی جا چکی ہیں۔

BACTERIA (ذیلی جاثم) کی دو ہزار قسمیں دریافت کی جا چکی ہیں۔

LICHENS (کائی وغیرہ) کی پندرہ ہزار قسمیں دریافت کی جا چکی ہیں۔

BRYOPHYTA (بریوفاماٹیا) کی بیس چھوٹی بیس ہزار قسمیں۔

ملاکہ نباتات اپنے چند مشترک خصوصیات و امتیازات کی بنیاد پر کئی جماعتوں یا گروپ (GROUPS) میں تقسیم کئے گئے ہیں اور یہاں پر جو قسمیں بیان کی گئی ہیں وہ اسی قسم کے گروپ ہے ہیں۔

صردشہ و فائیٹا) کی نوہر اقسامیں۔
TERIDOPHYTA

گلخانیج والے پودوں (کھنڈیج والے پودوں) کی سات ہزار اقسامیں۔
GYMNOSPERMS

(بینزیج والے پودوں) کی تقریباً ۱۰ لاکھ اقسامیں۔
ANGIOSPERM

یہ صرف وہ انواع حیات ہیں جن کو انسان جانتا ہے اور جن کے وہ اپنی زبان میں "نئے نئے نام" تجویز کرتا رہتا ہے مگر ان کے علاوہ بے شمار ایسے نباتات پائے جاتے ہیں جن کو وہ بالکل نہیں جانتا یا جن کا تفصیلی علم حاصل کرنے متعارف چیزوں سے نہایت مشکل اور دشوار ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ روبہت کے "نظامِ تسویہ" کو مکمل طور پر جانا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن بھی ہے۔ انسان کسی بھی حال میں تسویہ کا مکمل علم بھی حاصل نہیں کر سکتا۔ اور قیامت تک اس کا علم بھیشہ اور ہر دو میں نامکمل ہی رہے گا خواہ حیاتیاتی علوم کی کتنی ہی ترقی کیوں نہ ہو جائے یہ بھی وَمَا أُوتِقْيَمُ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَدْ يَلَّا۔ (ادم کو بہت خود اعلم دیا گیا ہے) کی گویا ایک نئی تفسیر ہے۔

غرض سورہ اعلیٰ کی زیریچحت آیت کریمہ میں چونکہ "تسویہ" کا لفظ مطلقًا مذکور ہے، اس لئے اس کا الائق جس طرح عالم حیوانات اور حلم نباتات پر صادق آتا ہے اسی طرح وہ عالم اخلاق اور عالم جمادات پر بھی صادق آسکتا ہے۔ جتنا نیچے قرآن حکیم میں دیگر مواقع پر طبقہ سماوات اور نوع انسانی کی تخلیق کے سلسلے میں

BOTANY FOR DEGREE - ۲
للہ ملاحظہ ہو گت اب ۲ -

STUDENTS BY A.C. DUTTA INTRODUCTION,
OXFORD UNIVERSITY PRESS, 1979.

خصوصیت کے ساتھ یہ فقط (تسویر) لایا گیا ہے۔

بَشَّمْ أَشَدَّ خَلْقَهُ أَنْسَادَ
بَشَّاهَهُ رَقَعَ سَمَكَهَا فَوْهَاهَ
وَاسَّانُو إِغْورَكَهُ تَهَارَبَانَا
زِيَادَهُ شَكَلٌ هُبَّهُ يَا آسَانَ كَاهُ جَسَّ كَوَ
اَسَ نَبَانَا، اَسَ كَيْ چَهَتَ كَوَ اوْنَجا
کِيْ چَهَرَسَ کَوَ شَهِيكَهُ خَاكَ کَيَا.

(نماز خاتم: ۲۶-۲۸)

یَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِذَا خَرَقَ
بِرْتَدِكَ الْأَكْرَمِ مِنْهُ اللَّذِي
خَلَقَكَ فَسُوْلَكَ فَعَذَّلَكَ
فِي أَكْثَرِ صُورَةٍ مَا شَاءَ
لَكَ فَلَا حَاجَةَ لِكَ ۝

۷۰

اے انسان تمہارے کو کس نے بگرشتا
کیا اپنے اس ہر یا ان رب سے جسے
تمہارے کو عدم سے وجود بخشنا پھر تیرے
جہانی اعتبار کو پورے تسلیم اور
مشعل بن کے ساتھ دست کیا
پھر تیر سے مزاج اور تیری خصلتوں اور
تیرے حجم میں کافرا نامن ظاہری و
باطنی نظاموں کو معتدل بنایا اور جی
سمی۔ مگر حالات تحریک کو فتحا رہا۔

وَالنَّظَارَةُ ۚ

یہاں پر طبقہ سماوات اور طبقہ انسانی کے لئے خصوصیت کے ساتھ اس لفظ (تسویہ) کو استعمال کرنے کی وجہ ان دونوں طبقات کی غیر معمولی اہمیت کے نزد ان دونوں طبقات کا ذکر دو ایسا نہ نمائندوں کی حیثیت سے کیا گیا ہے جو

ایک دوسرے سے بہت دور اور طویل فاصلے پر واقع ہیں۔ سینی لاکھوں کروڑوں نوری سال کے فاصلے پر۔ اور ان دونوں کے درمیان یہ شمار چھوٹی بڑی طبقات کا وجود بھی ہے، جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے توان و وو کے ذکر سے اشارہ اس طرف بھی ہو گیا کہ ان دونوں کے درمیان واقع تمام طبقات میں بھی ہی نظامِ اسے کار فرمائے ہے۔ انسان کے نظامِ تسویہ کی کچھ مزید تفصیلات ہیں حسب ذیل آیات میں بھی ملتی ہیں :

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ مُّنْتَجَةٍ
مِّنْ طِينٍ ۚ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً
فِي قَرَارِ مَكَيْنَةٍ ۚ ثُمَّ خَلَقْنَا
النُّطْفَةَ تَحْلِيقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلْمَةَ
سَبْعَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْعَةَ
عِظِيمًا فَلَكَسَوْنَا الْوَظْمَ لِمَمَّا
ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا أَخْرَى فَتَبَرَّكَ
اللَّهُ أَعْمَّنَ الْمَاذِيقَيْنَ ۝

اور یقیناً ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا ہے پھر اس کو نطفہ کی شکل میں ایک محفوظ مقام درج

لہو میں رکھا۔ پھر اس نطفہ کو خون کی

چھکلی میں تبدیل کیا، پھر اس خون کی

چھکلی کو گوشت کی بوٹی بنایا، پھر اس

بوٹی میں ہڈیاں بنائیں، پھر ان ہڈیوں

پر گوشت (کے عضلات) چڑھائے

پھر اس کو ایک دوسری خلوق (باہکل

ہی دوسری شکل میں) مکمال کھڑا کیا۔

پس اللہ تیری ہی ترالی شان والا ہے جو بہترین تخلیقیں سننے والا ہے۔

(دمو منون :- ۱۲ - ۱۳)

تَعْنَى عَلَاقَتُهُمْ وَشَدَّدَهُمْ
ہم نے انہیں پیدا کیا اور ان کی حیوں بندی
مصنفوں کی دھی جسم کے سارے لعنه
آن شدّه مَحَمَّدٌ ۝
اور ہر چیزوں کو مصنفوں میں سمجھم نہیا، تکرہ
جنوبی کفر سے ہو سکیں، جھک سکیں، بیٹھ
سکیں، چل چڑھ سکیں اور دوڑ سکیں (وہرہ)

تسویہ کے اس نظام کو مجموعی حیثیت سے "عالیگیر نفی الم تسویہ" کا نام دیا
جاسکتا ہے۔

نظام قدریہ

اس کے بعد منکور ہے: وَاللَّذِي قَدَّرَ فَهَدَى ۝ اور وہ جس نے
(تو تمام خلوقات کے لئے ایک طبعی نظام، مقرر کیا ہے) ایک کو اس نظام کے مطابق
چلتے کی، توفیق خوشی۔

یہ بھی ایک کلتی ہے جو تمام خلوقات اور کل مظاہر فطرت پر صادق آتا ہے
جیسا کہ قرآن کی دیگر آیتوں سے اس کی تفسیر ہوتی ہے۔ چنانچہ سورہ فرقان کے
شرع میں منکور ہے:-

وَهُنَّ لَقَدْ شَيْئَيْ فَقَدَّرُهُ ۝ اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور اس
کا ایک اندازہ (منصوبہ اور قالون)
تَقْدِيرًا ۝ مقرر کیا۔ (فرقان: ۲)

لفظ قدریہ کے حسب ذیل معانی آتے ہیں:-

- ۱۔ کسی چیز کی مقدار کو ظاہر کرنا۔
- ۲۔ قدرت و طاقت عطا کرنا۔
- ۳۔ اندازہ کرنا یا مخصوصیہ بنانا۔

امام راغب اصفہانی تحریر فرماتے ہیں:

”قدر اور تقدیر کے معنی کسی چیز کی مقدار ظاہر کرنے کے ہیں اور تقدیر کا ایک مطلب طاقت اور قدرت عطا کرنا بھی ہے۔ اس طاقت سے اشیائے مالم سے متعلق تقدیر الہی کی دو صورتیں ہیں:

- ① (ان کو کام کرنے کی) قدرت و طاقت عطا کرنا۔
- ② حکمت کے تفاصیل کے مطابق ان کو ایک مخصوص مقدار اور مخصوص شکل عطا کرنا — اس لئے کافی فعل الہی کی دو صورتیں ہیں:

اول یہ کسی چیز کو بالفعل وجود میں لانا، یعنی ابتداء ہی میں اس کو کامل وجود اس طرح بخشا کر جب تک مشیت الہی اس کے قیام ابتدی کی تہہ واس میں کسی قسم کی کمی بخشی نہ ہو سکے۔ جیسے سماوات اور ان میں موجود شدہ چیزیں۔ دوم یہ کسی چیز کے اصول کو بالفعل اور اس کے اجزیا کو بالقوة وجود بخشا اور اس کے لئے ایسا ضابطہ بنادیا کہ وہ اس کے خلاف جاذ سکے۔ جیسے کچھور کی کٹھلی کے متعلق تقدیر الہی کا اس سے کچھور کا لذت ہی اُگھے نہ کر سیدب پیاز ہیون کا۔ اور انسان کی منی کی تقدیر یہ ہی نہیں کہ اس سے انسان ہی پیدا ہوتا کہ اور قسم کے جانور یہ ہے

اس بحاظ سے سورہ فرقان کی آیت کریمہ "فَقَدْرَهُ تَقْدِيرًا" سے مقصود
یہ ہوا کہ وہ ہر ایک نوع اور ہر ایک مخلوق کا ایک مخصوص طبیعی قانون مقرر کرتا ہے
اور اس قانون طبیعی کے مطابق اس کو کام کرنے اور کارنمازی حیات میں جدوجہد کرنے
کی قدرت و صلاحیت بھی حاصل رہتی ہے۔ یعنی اس کی طاقت اور وسعت ہی کے
بحاظ ہی سے یہ قانون طبیعی اس کو عطا کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ دشادیواری ہے:-

لَا يَكُفُّ مِنَ الظَّاهِرَاتِ^۱ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا بَرَأَ إِلَيْهِ

إِلَزَّهُ مُسَعَّهَةً زِيَادَهُ بِوَجْهِهِ مِنْ دُولَتِهِ -

چنانچہ دنیا کی ہر مخلوق کو اس کی مخصوص طبیعت اور اس کی فطری قوت و استعداد
کے مطابق ایک مخصوص قانون یا ایک موزوں طبیعی ضابطہ حیات عطا کیا جاتا ہے
اور اس ضابطہ پر عمل پیدائی کے لئے ایک موزوں اور سازگار طبیعی ماحول (ENVIRONMENT)
(NMEN) بھی عطا کیا جاتا ہے جس کو اس موقع "المُلْكِيَّرِ نَظَامِ تَقْدِيرٍ" کے نام
سے موسوم کیا جا سکتا ہے۔ اس بحاظ سے دنیا میں جتنے الواقع حیات (LIFE)
(ES) ہیں گویا کرتے ہی نظم ہمارے تقدیر بھی ہیں۔ قوانینِ ربویت اور نظام ہمارے
تقدیر کے اس جائزے کے لئے موجود تمام حیاتیاتی علوم کو کوئی گماننا پڑے گا۔

اس موقع پر بربات بھی سمجھ لیتی چاہئے کہ ثبوت و شریعت وغیرہ بھی اسی
نظام تقدیر کا شخص ایک جزو ہیں۔ یعنی دوسرے مفہوم کے مقابلے میں ان کی چیزیں
جزئی مفہوم کی ہے۔

صاحب روح المعانی تحریر فرماتے ہیں:-

وَالَّذِينَ قَدَرُوا: أُنْجَلٌ دنیا میں جتنی الواقع و اس کی

الرَّشَا بِأَعْلَى مَقَادِيرِ مُخْصُوصَةٍ
بِهِزِيزٍ هُنَّ أَوْ بِهِرَانِ الْفَوَاعِ مِنْ
فِي أَجْنَاسِهَا وَأَنْوَاعِهَا وَ
أَفْرَادُهَا وَمَسَافَاتُهَا وَأَفْضَالُهَا
طَرْحَانَ كَمْ جُمْهُورٌ فِي اِفْعَالِ
أَوْ خَصُوصَاتِ عَرْسٍ پَائِيْ جَاتِيْ هُنَّ أَوْ لِسَ
كَوْا يَكْ خَاصٌ مَقْدَارٌ (أَوْ مَتَعِينٌ فِي الْبَلْطَةِ
كَمْ طَالِبٌ) بَنَا يَا هَبَّةً۔

صاحب تفسیر کیہر تحریر فرماتے ہیں :

”ارشاد الہی“، ”قدرت“، راس نے قدر کیا، مخلوقات کے ذات و صفات پر حاوی ہے کہ ہر ایک کو اس کے مناسب حال (خصوصیات عطا کیں)، پس اس نے سماوات، کواکب، عناصر، معنیات، نباتات، حیوانات اور نوع انسان دینے سے ہر ایک کو، ایک خصوصی مقدار و جسامت عطا کی۔ اور اسی طرح ان میں سے ہر ایک کی بقا کے لئے ایک حد معلوم مقرر کی۔ اور ان کے لئے رنگ و لبو، ذائقہ و لذت، اچھائی براہی، سعادت و شفاوت اور ہدایت و خلاالت وغیرہ کے چند تین حصوابط بنائے، جیسا کہ ارشاد باری ہے :

وَإِنْ هُنْ مُنْجَنِيْرُ الْأَرْجَيْتَهُنَّ
خَزَانَهُ وَمَانِزَلَهُ إِلَّا
مَقْدَارِيْهِ كَمْ تَحْتَ آمَارَتَهُنَّ
يُقَدَّرُ مَمْلُوْمَهُ۔

فلہ تفسیر روح المسانی، ۱۰۲/۲،

اس فقرہ کی شرح و تفسیر کے لئے کئی فتحیم جلدی بھی ناقافی ہیں۔ بلکہ اعلیٰ علمیں سے
لے کر اسفل انسانوں تک سارا جہاں اس آیت کو یہ کی تفہیم سامانستا ہے چنانچہ
اس وجہ اور ہمہ گیر "تقدیرِ الہی" سے متعلق چند دیگر آیات ملاحظہ ہوں، آفتاب
و ماہتاب کے بارے میں منذکور ہے:

وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكُونًا وَالشَّمْنَ
أو رات کو سکون کا ذریعہ
وَالقَمَرَ مُهِبَّاً نَاطِقَةً وَلِمَّا
بنایا۔ اور آفتاب و ماہتاب کا ایک
حاب بخوبی کیا (ان دونوں حجرہ کا نظر)
تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ
ایک زبردست اور ہمدردانہ سی کا
مقرر کیا ہوا خابط ہے (العام: ۹۶)
وَالْقَمَرَ قَدَّارٌ لِمَّا مَنَازِلَ
اور ہم نے جانکی منزلیں مقرر کیں۔
(لیں: ۲۹)

رات اور دن کے بارے میں منذکور ہے:
وَاللَّهُ يَقْدِيرُ الرَّيْلَ وَالنَّهَارَ رات اور دن کا ضابط اللہ ہی بتتا
ہے۔ (مزمل: ۲۰)

کرۂ ارض میں سلامان معيشت پیدا کرنے اور خلوقات کے لئے مختلف
قسم کی روزیاں فراہم کرنے کے بارے میں ارشاد ہے:

وَبَرَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا اور اس نے زمین میں برکت رکھ
أَقْوَاتَهَا فَقَرَأَ لَهُمْ أَيْمَانًا ط دی اور چار دن (یا چار علاج میں)

ہر قسم کا سامان معيشت تجربہ کر دے

(حمد سجدہ : ۱۰)

انسان کے بارے میں اشارہ ہے :-

مِنْ نُطْفَةٍ دَخْلَقَهُ فَقَدَّرَهُ وَإِنَّسَانَ كَوْنِ نَفْسِهِ سَيِّدًا كَبِيرًا
کا ایک خابطہ بنایا۔ (عبس : ۱۹)

اور عجمی قادرے کے طور پر بیان فرمایا گیا :

فَذَبَّعَنَ اللَّهَ مِنْ تَحْلِيَّةٍ الَّذِي هُرِجِزَ كَأَيْكَ خَابَطَنَا
شَيْخَىٰ فَدَرَأَهُ رَكَابَهُ۔ (طلاق : ۲)

اس طرح عرش سے فرش تک تمام ظاہر کائنات مخصوصاً و مسحکم صوابطا اور
عالیّ قوانین "قدری" میں جکڑے ہوئے ہیں۔ یہی وہ قوانین ہیں جن کو
 موجودہ انسان سائنسی حلوم کے ذریعہ دریافت کر رہا ہے اور ان کو اپنی اصطلاح
میں "قوانين فطرت" یا LAWS OF NATURE کا نام دے رہا ہے۔ لیکن
اصطلاحات کے بدل جانے سے حقیقت تبدیل نہیں ہو سکتی۔

نظامِ پرداخت

اسی طرح پرداخت کا مفہوم بھی یہاں پر وسیع معنی کا حاصل ہے۔ یعنی ہر نوع

اور ہر خلائق کو اس کے مخصوص طبعی قانون اور ضابطے کے مطابق رہنمائی گزنا جسی اسی
رب برتر کا کام ہے۔ اور مخصوص نوعی قانون ہر خلائق کی فطرت میں پوری
طرح و دلیعت کر دیا جاتا ہے جس کے خلاف وہ جاہی نہیں سکتی۔

اس قانون کی تشریح و تفسیر دوسرے موقع پر اس طرح کی گئی ہے:

قَالَ رَبُّنَا اللَّهُ نِيَّا لَهُ طَلِيٌّ
جَمَارٌ كَهْ بَارِبَدْ وَهْ بَيْ جَسْ نَهْ بَرْ
شَلْ شَنْيِي خَلْمَتْهَهْ شَفَهَهْ دَلَيْهَهْ
کِیْ چِرَاسْ کِیْ رِنْجَانِیْ کِیْ۔ (ظہ: ۵۰)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اپنے محض حاشی میں تحریر فرماتے ہیں:-

”یعنی جمع خلوقات (الذرازہ) کرد، بحسب آن اندازہ در خلوقات تصرف فرمودنا
ہمارا صورت بر روی کار آمد، پس ایں تصرف را بہایت تحریر فرمود“ ہلہ
علام اکوسی تحریر فرماتے ہیں:-

”(ان خلوقات میں سے) ہر ایک کو اُدھری چیز اُجھر سے وہ نکلا تما
اوڑی و اختیاری حیثیت سے وہ اس کے لئے مناسب تھا اور جس چیز کے لئے اس
کو پیدا کیا اس میں اس کو اسانی عطا کی، میں محبت اور الہامات نیز دلائل بنتائات
کی فراہی کے ذریعہ۔ پس اگر تم نیات اور حیوانات کے حالات و کوائف کا
چائزہ لو گے تو تم ان میں سے ہر ایک نوع میں اپنے حالات کا مشاہدہ کرو گے،
جن کی وجہ سے عقلیں حیران ہو جائیں گی اور ان کے نقل کرنے میں وفتلوں کے
وفریبی ناکافی ہوں گے۔“ ہلہ

علام ابن کثیر نے اس لفظ کی تفسیر میں بہایت کے وسیع مفہوم پر (تمام
خلائق کو شامل ہونے کے بارے میں) استدلال کرتے ہوئے صحیح مسلم کی ایک

سُنْنَةِ فِتْحِ الرَّحْمَنِ ، مطبوعہ جمیعی ، ۱۳۰۲ھ

سُنْنَةِ تَسْبِيرِ روحِ الْعَانِی ، ۱۳۰۲ / ۱۰۲ -

حدیث پیش کی ہے :

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرَاوَانَ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ : إِنَّ اللَّهَ قَدْرُ مَقَادِيرِ الْعَالَمِ
قَبْلَ أَنْ نَلْقَى السَّلْوَاتَ وَالْأَرْضَ
بِخَمْسِينَ أَلْفِ سَنَةٍ وَجَهَانَ
عَرْشَهُ عَلَى الصَّارِبِ .

مولانا عفی محمد شفیع صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

"اللہ تعالیٰ نے دنیا کی چیزوں کو صرف پیدا کر کے اور بنایا ہیں جھوڑ دیا بلکہ ہر چیز کو کسی خاص کام کے لئے پیدا کیا اور اس کے مناسب اس کو وسائل دیتے اور اسی میں اس کو لگادیا حقیقت تو یہ ہے کہ یہ بہلت تمام کائنات و مخلوقات کو شامل ہے۔ آسمان اور آسمانی مخلوقات ہوں یا زمین اور اس کی مخلوقات، کیونکہ ایک خاص قسم کی عقل و شعور اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی دیا ہے گو دہ انسان کے عقل و شعور سے کم ہو۔" لکھ

دنیا کے حیوانات میں بعض ایسے عجیب دغیرہ الزواع یا جائی ہیں جو اپنے

اعمال و افعال کی نذرت کی وجہ سے عجائب عالم میں شمار ہوتی ہیں اور ان کے

سکھ تغیر این کشید، ۳ / ۵۰۰

سلسلة تفسير معارف القرآن ٤٢٣/٨ - ٤٢٣

حیرت ان اعمال و افعال کی کوئی توجیہ روائے "ہدایت الہی" اور روایت خداوندی کے ہو ہی نہیں سکتی۔ چنانچہ امر کر کے ایک نامور سائنس طالک لوسی موریس (LUCY CRESS MORRISON) نے مادیت کی تروید میں مختلف سائنسی فکر دلائل سے مزین ایک کتاب *MAN DOES NOT STAND ALONE* کے نام سے لکھی جس کا درود حجۃ خداوندی سے ساختہ ہے۔ ازمولانا مسلاع الدین احمد پیش نظر ہے۔ اس کتاب کے آٹھویں باب "حیوانی جملتیں" سے اس سلسلے میں چند لمحے اور بصیرت افسروز مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

"مرقاپیاں ہر موسم سرما میں شمالی بر قستانوں سے پڑھا زکری اور پہاڑوں کی جو شیوں پر سے اڑتی ہوئی ہمارے میدانوں میں پہنچ جاتی ہیں۔ اور ہماری جھیلوں اور تالابوں کے نیتاں میں سر دیاں بس کر کے بہار آتے ہیں اپنے ڈلنوں کا رخ کر لیتی ہیں۔ اور کیا جال کر اس دور دنیا زمین میں کہیں گز بھر بھی ادھر ادھر جائیں۔ کچھ یہی کیفیت پیغامِ رسان بتوڑوں کی ہے۔ آپ ایسے کسی بتوڑ کو بخیرے یا کا بک میں بند کر کے موڑیا ریل کے ذریعہ سیکڑوں میل دور لے جائیے۔ جب آپ اسے چھوڑیں گے تو وہ فضامیں دوچار چکر لگائے گا۔ گویا اندازہ کر رہا ہے کہ میں کہاں ہوں اور بھر تر کی طرح اپنے گھر کا رخ کرے گا اور سیدھا وہیں پہنچ جائے گا۔ یا اس کی جیلت ہے۔ اور یہی جیلت شہد کی مکھی کو قدرت نے تجھشی ہے کہ کاپنے پھٹتے سے نکل کر دند دوڑتک چھوڑوں کے رس کی تلاش میں جاتی ہے اور بھرا پنے ٹھکانے پر لوٹ آتی ہے۔"

اللہ خداوند سے ساختہ ہے۔ ص ۵، ۵۔ طبع دوم، ۱۹۷۵ء

”سامنِ محلی سالہا سال سمندر میں بس کرتی ہے۔ لیکن جب اس کے بعد
وطن جانے کا وقت آتا ہے تو وہ کسی دریا کے دہانے کا رخ کرتی ہے اور اس کے
تیز و حاد سے کامقا بلکر قی ہوئی برابر اور پر کی طرف بڑھتی چلی جاتی ہے اور پھر صد میل
میل طے کر کے اس ندی کی طرف مژھاتی ہے جہاں وہ اصل میں پیدا ہوئی تھی۔ یہاں
بھی دلیل کنارے کی متون سامن کبھی باہم کنارے کی طرف نہیں جائے گی،
خواہ اس کے اپنے کنارے پر نہ رہوں جال اور کندیاں کیوں نہ لگ رہی ہوں، جب
کہ دوسرا کنارہ کسی قانون کے باعث ان بلاوں سے بالکل محظوظ ہو۔ آخر وہ کیا چیز ہے
جو سامن کو حین تھکانے پر لے جاتی ہے؟ اور بارہای بات دیکھی گئی ہے کہ دریا کے
الٹے رخ سفر کرتے ہوئے اگر یہ محلی کبھی غلطی سے کسی دوسری ندی کی طرف مُنگتی ہے
تو غلطی کا احساس ہوتے ہی وہ فوڑا لوٹے گی اور صحیح مودا نے پرائی ندی ہی میں داخل
ہو گی اور وہیں اپنی منزل مقصود اور اپنے مقدمہ معلوم کا پہنچے گی۔

اپنے محلی کا معاملہ اس سے بھی بچیدہ تر اور حیرت انداز ہے۔ یعنی بغرب
خلق و ربیاں اور ان کے کنارے کی جھیلوں میں شباب کو ہنپتی ہے اور پھر دنیا کے
ہر مقام سے ایک ہی منزل یعنی جنوبی برمودا کا رخ کرتی ہے۔ یورپ سے برمودا
کے جزائر نہ رہا میں دو رہیں لیکن وہ طویل سفر ضرور طے کرے گی اور شمالی ملکوں سے
جنوبی سمندر روں کی لا انتہا اگر رہیوں میں پہنچے گی۔ یہاں پہلے وہ بچے دے گی اور
چھر جائے گی۔ اور اس کے یہ بچے جو اگر گرد بھرنا پیدا کنار کی خوفناک ویرانیوں کے
سوکھ نہیں پاتے، پھر سے ان ساحلوں کا رخ کر لیتے ہیں جہاں سے ان کے
ماں باب آتے تھے اور وہاں پہنچ کر اپنی ندی جیل یا تال کی راہ پکڑ لیتے اور

اپنے اصل و ملتوں کو جاؤ باد کرتے ہیں۔ یہاں تک پہنچنے میں نہ جانے والے کتنے ریلوں سے گزرتے، کتنے طوفانوں میں سے پار ہوتے، کتنے جنوروں میں سے بچنے کر آگئے بڑھتے ہیں، یہاں تک کہ اپنی اس خزل پہنچ جاتے ہیں، جسے انہوں نے اپنی ظاہری آنکھوں سے کبھی دیکھا کہ نہیں تھا اور جس کی طرف حسن ایک اشارہ غمیب ان کی رہنمائی گرتا ہے..... لیکن کوئی امر کی ایں کبھی یورپ کے سندروں میں نہیں پائی گئی اور نہ کوئی یورپی ایں کبھی اپنیوں میں نظر آئی۔ یہ دونوں نسلیں برمودا میں ضرور جمع ہوتی ہیں۔ لیکن جب ان کے بچے وہاں سے لوٹتے ہیں تو تیرکی طرح اپنے ہی نشانے پر پہنچتے ہیں۔“ ملکہ

”گھونسلوں میں سے چراتے ہوئے (پرندوں کے) پہنچ جب بڑے ہوتے ہیں تو حالت اسیری میں بھی اپنے گھونسلے اسی انداز میں بناتے ہیں، جو ان کے آبا و اجداد سے خاص ہوتا ہے۔“ ملکہ

”میٹھے پانی میں بعض ایسے کثیر ایحیوانات پائے جاتے ہیں کہ اگر آپ ان میں سے کسی کو دُڑو دُڑھوں میں تقسیم کر دیں تو ہر صفت حصہ پھر سے ثالی پیدا کرے گا۔ اسی طرح بعض دلدوں کے قریب ایسے کچوے پائے جاتے ہیں جن کے سرکات دو تو دوہ بھر سے پیدا کر لیتے ہیں۔“ ملکہ

”ہر اولین خلیہ اپنی تمام جزئیات میں اپنے اندر ایک فر و کامل پنہاں رکھتا ہے۔“

عده کتاب مذکور، ص ۵۰ - ۱۸۲

ملکہ ایضاً، ص ۹۰

عده ایضاً، ص ۹۱

پس اس اعتراض میں نک کوشش کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ ہم ہی سے
ہر شخص کی ذات اس کے ہر خلیے اور بیش میں موجود ہوتی ہے اور ایک واحد
خلیج میں حرث انگریز طریقے سے ایک حیوان کا مل کی صورت اختیار کر لیتا ہے وہ فطرت
کے معمول میں سے ایک انتیاری مقام رکھتا ہے۔ ”
یہی صفت اپنے ایک دوسرے مضمون میں لکھتا ہے :-

”ایک بھڑاک پتالے کو بے بس کر لیتی ہے۔ بھڑاک میں
ایک سوراخ موجود ہے۔ پتالے کو خیک جگہ پر ڈنگ مارتی ہے تاکہ
وہ مردہ جائے بلکہ صرف بیروش ہوا وہ حفظ گوشت کی صورت میں زندہ رہے۔
چھ بھڑاک سلیمان کے ساتھ اندرے دیتی ہے تاکہ اس کے پچھے جب انہوں سے
نکل آئیں تو پتالے کو مارے بغیر اسے کھا سکیں۔ ان کے واسطے مرے ہوئے
پتالے کا گوشت ہمکہ ہوتا ہے۔ بھڑاک میں سے از جاتی ہے اور
باہر جا کر مر جاتی ہے اور والیں اگر کبھی اپنے بھوپ کو نہیں دیکھتی۔ یہ پر اسرا
تر کیسیں سیکھنے سکھانے سے نہیں آئیں بلکہ یہ فطرت میں سمو
دی جاتی ہے۔ ”
”

اسی طرح دیک، چیونٹی اور شہید کی مکھیوں کی اجتماعی اور حدودی تنظیم زندگی
کے عجیب و غریب حالات بھی ہمیں درس عبرت دیتے ہیں خصوصاً شہید کی مکھیوں کا
خارجی آلات کی مدد کے بغیر زندگی شکل میں بالکل یکساں قسم کے خانے بنانا جو فن

”ایضاً ص۔ ۴۷

” اللہ ہفت روزہ صدقہ جدید یا کھنو، ۲۶ جزوی سلطانیۃ۔

انجینئرنگ کے ایک شاہکار کی حیثیت رکھتے ہیں، بغیر خدا تعالیٰ الہام و رہنمائی کے ممکن نہیں۔ اسی طرح مکملی بھی بغیر پرکار کے ہندسی اشکال کے جاتے تھتی ہے مگر کسی مجال ہے کہ کبھی اس کی ہندسی بہت میں ذرا بھی فرق آجائے۔

امریکی کا ایک اور مشہور سائنسدان ڈکٹر کارل کریل ALEXIS CARREL اپنی شہرو آفاق کتاب MAN THE UNKNOWN میں خلیوں کے عمل کو شہد کی مکھیوں کے اس حیث ایگر فعل سے مشابہت دیتے ہوتے تو اس پر توجہ کرتے ہوئے تحریر کرتا ہے۔

”ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خلیے بے شمار گروہوں کا جزو ہنتے کے باوجود اپنی ابتدائی وحدت کو نہیں جوالتے ہیں۔ وہ فوراً یہ معلوم کر لیتے ہیں کہ پورے نظامِ جہانی کے اندر انہیں کیا کام کرنا ہوگا۔ خلیوں کی مشاہ شہد کی ان مکھیوں کی سی ہے جو اپنے چھٹے کو اقلیدیس کے اصول کے مطابق تیار کر لیتی ہیں۔ اس چھٹے میں شہد جمع ہوتا ہے اور چھوٹی چھوٹی مکھیوں کو اس سے فذا حاصل ہوتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک مکھی ریاضیات، کیما اور حیاتیات سے اچھی طرح واقع ہوتی ہے اور وہ اپنے پورے گروہ کے لئے بے غرض کام کرتی ہے۔ خلیوں کا اعضا کی تحریر کی طرف خود بخود مائل ہونا، جیسا کہ شہد کی مکھیوں میں چھٹے کے بنانے کے لئے ایک فطری ذوق پایا جاتا ہے، مشاہدے کا ایک بڑی ہی اصول ہے۔ ہمارے موجودہ تصورات کی روشنی میں اس کی کوئی تشریح نہیں کی جاسکتی۔“ ۱۲۹

۱۲۹ کتاب مذکور کا اردو ترجمہ ”نامعلوم انسان“ ص ۱۲۷ - ۱۲۹، بینہ مائیں

کریں مولین اپنی کتاب میں شہد کی مکھیوں اور چونٹیوں کی اس منظم اور نہایت درجہ متعدد زندگی کی متعدد مثالیں پیش کرتے اور پھر اس پر تصریح کرتے ہوتے بالکل صحیح نتیجے تک پہنچتا ہے:

”یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مادے کے دہ بے جان ذرے اور ریزے جس سے مل کر کسی چیزی کا چوتا سا جسم بنتا ہے، ایسے ایسے سمجھو عمل کیونکہ سرانجام دیتے ہیں۔ اس کا ایک ہی جواب ہے اور وہ یہ کہ اس نظام عمل کے پسچے کہیں نہ کہیں کوئی زبردست ذہانت حضور کا فرماتا ہے“ فتنہ

غرض روئے زمین پر جتنی بھی الزاعم حیات ہیں سب کا بھی ہی حال ہے کہ ہر ایک کی ایک مخصوص فطرت اور مخصوص جملت ہوتی ہے جس کے مطابق وہ کام کرتی رہتی ہے اور ایک ان دیکھی ہستی درب برتر، ان کے تمام فطری طبی احوال و کوائف اور جلی اعمال و افعال کا شاہد و نگران اور ہر ایک کو اس کے مخصوص خواص کے مطابق رہنمائی و رہبری کرنے والا ہوتا ہے۔ اہنی منظم اصول و ضوابط کی بدولت دنیا میں ہر مخلوق کو اس کے مناسب حال رفیزی۔ ایک دوسرے کے توسط سے اور مختلف مخلوقات کی مشترکہ خود و چہد کے ذریعہ پہنچ رہی ہے۔ اس حیثیت سے بھی اگر حیاتیاتی علوم کا جائزہ لیا جائے تو تمیں رب بربر کی ربوبریت اور مخلوقات پروری کے حیران کن نظارے دکھائی دیتے ہیں۔

وَمَا مِنْ دَّائِيٍّ فِي الْأَرْضِ^۱ اور روئے زمین پر الیا کوئی جاندے

بنتی حاشیہ: مطبوعہ مدرسہ یونیورسٹی - ۱۹۵۲ء

۱۔ خدا ہمارے ساتھ ہے، ص ۱۰۰۔

الْأَوَّلُ اللَّهُ وَذُقَّهَا وَعِلْمٌ
مُحْجُونُهُنِّيْسَ بِهِ جِنْ كَارَزَقَ اللَّهُ
مُشْفَرَهَا وَمُسْكُونَهَا طَ
(مشغل) مُشكّلَنَّهُ اور (عارضي) مُمْهَلَهُ
کو سمجھ جاتا ہے۔ (لکھود، ۶)

اگر ریوبیت و خلوق پر ورنی یا "تقدیر و ہدایت" کا یہ تفہیں وہ بے داع اور منفی
وہ بہرہ گیر نظام موجود نہ ہوتا تو بھرہ طرف بد نظمی و انتشار رونما ہوتا اور یہ کارخانہ عالم
آنماقہا اجڑ جاتا۔ اس جہان رنگ و بوئیں نہایت درجہ نظم و ضبط اور عدم انتشار دلیل
ہے اس بات کی کہ تمام مظاہر حیات — جو لاکھوں قسم کے اور بالکل مختلف اور گونگوں
خصوصیات کے حامل ہیں — ایک زبردست اور بہرہ دانہ سستی کے کامل اور مسلسل
نگرانی میں روں والیں ہیں۔

ذِلَّاتُ تَقْدِيرٍ وَالْعَزِيزُ الصَّلِيمُ
یہ ہے ایک زبردست اور بہرہ دانہ سستی
کا منصوبہ۔ (لحم سجدہ: ۱۲)

اللَّهُ مَحَالٌ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَلَهُ سُلْطَانٌ
اللہ کی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے
اوہ وہی ہر چیز کا نگران ہے۔ (ذرف: ۳۷)
كُلُّ شَيْءٍ مُوكِبٌ جَمِيعٌ هُوَ
اَزْكَرْهُ الْفَلَقُ وَالْأَرْضُ طَ
ہاں تو تحقیق کرنا الور درہ را کیس پر حکم
چلانا اسکی کام ہے۔ (اعراف: ۵۲)

ملحوقات الہی کے تفصیلی مرطابی و مشاہدے سے ہیں بے شمار اس باق و
بصائر اور دلائل و برائیں حاصل ہوتے ہیں۔ اسی بنا پر ارشاد باری ہے:
وَفِي خَلْقِكُمْ كَمَّا يَبْتَقَ مِنْ
تمہاری اور ان جانوروں کی خلقت

دَابَّةٌ أَيَّا شَتِّيْلُوْقَمْرُونَهُ میں جن کو وہ زمین پر پھیلاتے
یعنی کرنے والوں کے لئے نہایان
موجود ہیں۔ (جاثیہ: ۲)

حاصل یہ کہ ان چار افلاط کی حیثیت چار استقل قسم کے قوانین یا چار نظاموں کی
کسی ہے جو تمام خلوقات پر محیط ہیں۔

رُؤْمَادِیَّت

حیوانات ہوں یا بنا نہ ہوں ایک کا وجود ابتداء کی خلوی پر وظیفہ پلازم سے
شروع ہوتا ہے۔ چھپتہ درج ان کے خلیوں (CELLS) کی تعداد ڈھنی چلی جاتی ہے
یہاں تک کہ ایک مکمل انسان کروڑوں لاکوں خلیوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ اب سوال
یہ ہے ایک بے جان چیز سے ایک جاندار چیز یا ایک بے جان مادے سے ایک جاندار
اور زندہ خلیہ کیسے وجود میں آگیا اور متنی کے ایک قطرے سے یا کسی خشک سیچ اور بے جان
خشکی سے یہ کامیاب حیات کا ظہور نہایت درجہ تنہم و منضبط طریقے سے کیونکہ ہو جاتا ہے؟
ظاہر ہے کہ منطقی اور سائنسیک نقطہ نظر سے بغیر کسی غرض کے حرکت کا ظہور محال ہے
یہی حرک اور قابل خدا ہے۔

اگر یہاں پر یہ کہا جائے کہ متنی میں چونکہ بے شمار تنہے خود میں لاجسام
(SPERMATOZOA) ہوتے ہیں اجھوڑت کے بیضے سے مل کر بار اور ہوتے
اوڑخین کی پیدائش کا باعث بنتے ہیں، تو سوال یہ ہے کہ خود متنی میں یہ تنہے تنہے
اجسام کیسے پیدا ہو گئے اور ان کا خالق کون ہے اور ہمیشہ ان سے یکساں نتیجہ

کیسے اور کیوں نکر برآمد ہوتا رہتا ہے؟ وہ کون ہے جو سانپ کی شکل کے ان اجماں کو ہمیشہ انسانی قالب میں ڈھالتا رہتا ہے؟ اس قسم کے بہت سے سوالات پیدا ہوتے ہیں جن کامانہ پرستا ن نقطہ نظر سے کوئی جواب نہیں ہو سکتا۔ لہذا یہ کہنا کہ حیات کا وجد بغیر کسی خالق یا صانع کے خود بخود ہو گیا اور یہ نظام آپ سے آپ جاری و ساری ہے بالکل باطل اور بلا دلیل ہے اسی لئے ارشاد ہوا :

سَيِّدُ الْأَنْفُلِيْ
جَنَّةُ أَنْفُلِيْ
جَنَّةُ الْكَوَافِرِيْ
طَرِيقَةُ الْكَوَافِرِيْ

وَعَلِيمُ الشَّانِ خُوبیوں اور حیرتِ افعال والا ہے جو بے جان مادے سے زندگی کو وجود میں لاتا ہے اور پھر زندہ اشیاء سے بے جان چیزیں نکالتا رہتا ہے جس کے افعال و اسرار کو سمجھنا انسان کے بس کی بات نہیں۔

إِنَّ اللَّهَ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ
يَخْرُجُ إِلَيْنَا مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرُجٌ
لِّلْحَيَّاتِ مِنَ الْأَرْضِ ذَلِكَمُ اللَّهُمَّ
قَاتِلُ تُوْفِكُونَ

بے غُک الشَّرَبی دلَان اور گرشنی کو
پھانسے والا ہے (جو بے جان
لہتی و میتی دلکشم اللَّهُمَّ
سے زندہ چیز (پروٹوپلازم) سے بحر
زندگی) اور زندہ چیز سے (پھر
دوبارہ) پیے جان چیز نکالتا ہے
پھر یہ اللہ لہذا تم کہاں بہک
رہے ہو۔ (لفعام، ۹۵)

نظریہ ارتقا کا ابھال

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نظامِ ربویت کے چار بنیادی قوانین: خلق، تسویہ، تقدیر اور ہدایت نہ صرف اس کائنات کی ایک منظم و مرلوط داستان سار ہے بلکہ غلط قسم کے مشرکانہ اور مادہ پرستانہ افکار و نظریات کی تردید بھی کر رہے ہیں، جن میں سے ایک نظریہ ارتقا بھی ہے۔

چنانچہ نظریہ ارتقا کے مطابق "حیات" کی توجیہ کچھ اس طرح کی جاتی ہے کہ کہہ ارض پر جب ہوا اور پانی وجود میں آئے تو ... سب سے پہلے پانی میں یک خلوی

(UNICELLULAR) اور سادہ قسم کا جاندار پرولوزوا (PROTOZOA) نمودار ہوا، جو ایک عرصہ دراز تک ترقی کی منزلیں طے کرتا ہوا اپنے سے بیجیدہ تر "متعدد خلوی" (MULTICELLULAR) اخواع کا روپ دھارنا رہا۔ پھر یہ نئی اخواع بھی حزیریتی دریج منازل ترقی طے کرتی ہوئی نباتات کے قالب میں ظاہر ہوئیں۔ پھر یہی نباتات ترقی کرئے کرتے اپنی قسم کے جیوانات بن گئے، جو سلسل اپنی ہدایت بدلتے بدلتے آخر کار ایک استہانی ترقی یافتہ شکل و صورت میں نمودار ہوتے چھے انسان کہتے ہیں۔

یہ نظریہ ارتقا پر بحث یہاں پر صحتاً اور بالکل روا روی میں کی گئی ہے تک ان آیات کریمہ کی تشریح و تفسیر مکمل ہو جائے۔ اس موصوع پر فصیلی بحث کے لئے ایک الگ کتاب "قرآن حکیم اور نظریہ ارتقا" کے نام سے زیرِ ضمیف ہے۔

نظریہ ارثوار کی تائید اور تردید میں اب تک بہت کچھ لکھا جا چکا ہے مگر اس نظریہ کی تائید سے زیادہ اس کی تردید کے دلائل بہت فزی اور زوردار ہیں۔ اور چہرے کوئی ثابت شد ویحیقت یا اطمینانی نظر پر نہیں بلکہ مادہ پرستانہ نقطہ نظر سے ظاہر کائنات کے وجود کی توجیہہ و تعلیل کی ایک کوشش ہے جس کو لورپ کی نشانہ تائید (RENAISSANCE) کے نتیجے میں پیدا ہونے والی سائنس اور عیسائیت کی تاریخی کشمکش نے جنم دیا ہے۔

بہرحال اس سلسلے میں سب سے پہلا اور بنیادی سوال جسے ڈارون نے پانچتک نہیں لگایا یہ ہے کہ سب سے پہلے پانی میں زندگی کیسے رونما ہوئی؟ جب کہ متعدد سائنسی تجربات کی بدولت اب یہ بات پوری طرح پائیہ ثبوت کوہنچھ جلی ہے کہ ایک بے جان اور غیر متحرک مادے سے جاندار اور متحرک چیز برآمد نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ مشہور ماہر جراثیم پاسچر (PASTEUR) کے تجربات سے ثابت ہو چکا ہے۔

اسی بنیا پر اب بہت سے سائنس دافوں کا خیال ہے کہ زندگی کا اولین وجود ہمارے کرۂ ارض پر نہیں ہوا بلکہ زندگی ذریحیت کسی دوسرے سیارے سے ہماری زمین پر آئی ہوگی۔ مگر بنیادی سوال چھر بھی حل نہیں ہوتا کہ دوسرے سیارے پر زندگی کہاں سے آگئی؟ اصل حقیقت جس سے مادہ پرست سائنسی دامن بچانا چاہتے ہیں، وہ ایک خلاق اور فعال ہستی کے وجود کا اعتراف ہے۔ مگر اس خلاق اور پر جلال ہستی کا وجود تسلیم کرنے بغیر کائنات کی گنتیاں سمجھ نہیں سکتیں بلکہ وہ اور زیادہ پر اسرار بن جاتی ہے۔

سُبْحَانَ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ -

نظریہ ار تقار اور اس کی توجیہ پر دوسرا بنا دی اعتراف یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ
جو پروٹوزوائے کے کر انسان تک لاکھوں قسم کی درمیانی النواع حیات پائی جاتی
ہیں، کیا ان کے جسمانی اور طبیعی نظام میں آج ہمیں ایسی کچھ تبدیلیاں بھی نظر
آ رہی ہیں جن کی بتایا پر یہ فرض کر دیا جائے کہ ایک نوع دوسری نوع کے
بلن سے جنم لے رہی ہو؟ کیا ان النواع حیات کے عادات و اطوار اور ان
کی خصلتوں اور جملتوں میں کسی ادنیٰ قسم کی بھی کوئی تبدیلی نظر آ رہی ہے؟
کیا آج اس بات کا امکان پایا جاتا ہے کہ مجرم کے بلن سے مکمی یا مرغی
کے بلن سے بظخ یا زبر کے بلن سے بھینورا یا مکڑی کے بلن سے
لکھجورا یا چونٹی کے بلن سے دیک یا طوطے کے بلن سے مینا یا ہاتھی
کے بلن سے گینڈا وجود میں آ جائے؟ بلکہ کیا اس بات کا بھی امکان وجود
ہے کہ خود انسان ہی کے بلن سے اس سے بھی سچیدہ تر اور اعلیٰ کوئی نوع
برآمد ہو سکے؟

غور فرمائیے نظریہ ار تقار کے مطابق اولین وجود یعنی پروٹوزوائے
کے کر انسان تک تقریباً یا رہ لائے درمیانی النواع میں سے کسی ایک نوع کا
وجود بھی اس طویل ترین مدت میں مست ہیں گیا۔ اس لحاظ سے دیکھا
جائے تو یہ ایک حیرت انگیز بات ہے کہ پروٹوزوائے سے اعلیٰ تر
النواع کو وجود میں لا چکنے اور لاکھوں سال گزار لینے کے باوجود اس نظر
کے مطابق (وہ آج بھی پروٹوزوائی نظر آ رہا ہے۔ ہائیڈر اسٹر ایمی

دکھائی دے رہا ہے، مچھر صرف مچھر ہی ہے، بلی بھض بلی ہی ہے، اگر کھائی دے
دکھائی دے رہا ہے وغیرہ وغیرہ۔ نظریں ارتقا کی توجیہ تو اس وقت صحیح
ہو سکتی تھی جب کہ ایک اعلیٰ نوع کے وجود میں آنے کے بعد ادنیٰ نوع کا
وجود دلت چاہا۔ جس نوع کی جسمانی شکل و صورت، وضع قطع، عادات و
اطوار، طبیعی و فطری قوانین اور اس کے خصائص و امتیازات میں کسی بھی
جیثیت سے آج ہمیں ایک شہر برابر بھی تغیر و تبدل دکھائی نہ دے رہا ہوا در
ہستقبل میں اس کے امکانات ہی نظر آ رہے ہوں تو چھریہ کتنا غیر عقلی اور
غیر انتہیک استدلال ہو گا کہ اس قسم کے کسی امکان کو۔ بغیر کسی ثبوت یا
مشادرے کے۔ ما صنی میں فرض کر لیا جاتے اور اس پر ایک عظیم الشان
عمارت کی بنیاد رکھ دی جائے۔

قَلْ هَمَّا أَوْ أَبْرَزَهَا أَفْكُمْ رَانْ
کہہ دو کہ اگر تم سچے ہو تو ران پے
كَنْشَدْ صَدِّيْقِيْنَ - ۵ دعوے کی) دلیل بشیر کرو (ذلیل ۲۷)

غرض نظامِ ربوبیت کے یہ قوانین تخلیق و تسویہ اور تقدیر و ہدایت اس لحاظ
سے بھی ان عطا اور بے بنیاد قسم کے افکار و نظریات کی تردید کرتے ہوئے اس
عالم رنگ و بو اور ان میں کافر ما ضوابط کی مکمل توجیہہ و تعلیل کر رہے ہیں۔
اور ان قوانین کی تشریع و تفصیل میں کہیں بھی کوئی رخنہ یا شکاف دکھائی
نہیں دیتا۔

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلَقُ الْعَالِيمُ بلاشبہ تبارب ہی خلق اور
ہر کہداں ہے۔ (محترم: ۸۶)

خلق کے معنی جیسا کہ گذر چکا یکے بعد دیگرے مخلوقات کو پیدا کرنے والے کے بھی ہیں۔ اس لحاظ سے یہ لاکھوں الفوائیں حیات ہو سکتا ہے کہ یکے بعد دیگرے وقف و قطف سے وجود میں آئے ہوں جو قریب قیاس بھی ہے۔ مگر یہ وقف خواہ قلیل رہا ہو یا کثیر ہر حالت میں ایک خلاق ہستی کے وجود کو تسلیم کئے بغیر جا رہیں ہے۔ در نہ پھر ان لاکھوں الفوائیں حیات اور ان کے خصائص کی کوئی تشقی بخش توجیہ ہیں ہو سکتی۔

اس موقع پر "العلمیم" کام طلب یہ علوم ہوتا ہے کہ جس طرح "مکہرت تحقیق" اس کی خصوصی صفت ہے اور وہ یکے بعد دیگرے مخلوقات کو وجود بخشتا رہتا ہے، اسی طرح وہ ان لاکھوں اور لالہواد مخلوقات کے تمام طبیعی و فطری ضوابط اور ان کے ایک ایک رُگ و ریشے سے بھی بخوبی واقف ہے، اور اسی کے مطابق ہر ایک کو اس کی روزی پہنچا رہا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ اللَّهُمَّ ہے (ہر ایک کا) بندی

ذُو الْفُوْزَةِ الْمُتَّدِينُ. ۵ رسان، قوی اور معتبر (ذاریات: ۶۰)

یعنی ہر ایک مخلوق کو اپنی قدرت کاملہ کے ذریعہ مضبوط اور بے داش طریقے سے رزق پہنچانے والا جس کے نظام میں کوئی عجیب نہ ہو۔
ابھی حال ہی میں اکسفورڈ سے ایک کتاب "قاموس نامعلومات"

— THE ENCYCLOPAEDIA OF IGNORANCE, EDITED
BY RONALD DUNCAN, PERGAMON PRESS,
OXFORD, 1978 —

کے نام سے شائع ہوئی ہے، اس میں مختلف سائنسی علوم میں مہارت رکھنے والے سائنس مافرین کے تحقیقی مقالات شائع ہوئے ہیں اور ہر ایک نے اپنے لپتے فن کا خصوصی جائزہ لے کر بتایا ہے کہ انسان اب تک جن حقائق سے ناجاہد ہے یا جن چیزوں کی احیلیت کو وہ اب تک نہیں جان سکا ہے ان میں سے ایک زندگی کی حقیقت اور الہواع حیات کا وجود بھی ہے اور اس مسئلے میں ایک ماهر نے تو اپنے مقام کا عنوان ہی "معاشرات نظریہ ارتقان" (FALLACIES OF EVOLUTIONARY THEORY) رکھ دیا ہے۔

حیاتیات کا مرطاب

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ان آیات کریمہ (الذی خَلَقَ فُسْلَیْ وَالذی قدر فِهْدَیْ) کی تفسیر میں دنیا کی تمام چیزوں اور کل موجودات آنکھی ہیں، جن کا دائرہ بہت تمام سائنسی علوم پر حاوی ہے۔ مثلاً :-

PHYSICS _____ طبیعت

CHEMISTRY _____ کیمیا

BIOLOGY _____ حیاتیات

GEOLOGY _____ ارضیات

ASTRONOMY _____ فلکیات

اور منطقی اخبار سے بھی یہ آیات بہت جامع و ممانع دکھاتی ویتی ہیں۔

سائنس کی کوئی بھی شاخ ہو اور اس کے جو بھی مسائل و مباحثت ہوں وہ

حیرت انگیز طور پر ان چار قوانین کے دائرے میں گھر جاتے ہیں۔ گویا کہ یہ چار ربانی سانچے ہیں جن میں "خدائی مصنوعات" داخل ڈھل کر نکل رہیا ہیں۔

اس لحاظ سے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ حیاتیات کے مباحثت اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہیں جتنا کہ ان آیات میں بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ عرض کیا گیا حیاتیات کی دو اہم شاخیں ہیں: علم حیوانات اور علم نباتات۔ مگر اصولی اصطلاح سے حیوانات و نباتات کا مطالعہ و حیثیتوں سے کیا جاتا ہے۔

۱۔ حیوانات اور نباتات کے مختلف اعضاء اور ان کی اندرولی و بیرونی ساخت اور تفاوت کا مطالعہ۔ اس علم کو علم اشتکال الاعضاء یا عضویات (MORPHOLOGY) کہتے ہیں۔

۲۔ حیوانات و نباتات کے اعضاء کے "کاموں" یا دوسرے لفظوں میں ان کی تاثیرات کا مطالعہ۔ اس کو علم افعال الاعضاء یا فعلیات (PHYSIOLOGY) کا نام دیا گیا ہے۔

اور اصولی حیثیت سے ان ہی دو بنیادی بجھوں میں متعدد مباحثت بھی شاف ہو جاتے ہیں۔ مثلاً نیجیات (HISTOLOGY) اور علم معیشت حیوانات (ECOLOGY) وغیرہ۔ مختصر اور عام فہم انداز میں یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ بیاوجی حیوانات اور نباتات کی "صورتوں" اور "سیرتوں" کے جائزے کا نام ہے۔ عضویات یا مارفائی میں ان کی صورتوں کا لفظ فعلیات یا فرزیاوجی میں ان کی سیرتوں کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے پچھلے تمام مباحثت میں غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ "الذی خلق فسی" "

(تحقیق و تسویہ) عضویات پر اور ”والذی قد رفہدی“ (تقدیر و ہدایت) فعلیات پر مشتمل اور حاوی ہیں۔ اور اس لحاظ سے بیانوجی ہی نہیں بلکہ پولسانی لشکران دو حیرت انگیز آیات کی تفصیل نظر آتا ہے۔

حیاتیات کے ان مباحثت کا جتنا جامع تذکرہ ان آیات میں مندرجہ ہے اتنا جامع بیان کسی دوسرے مقام پر مندرجہ نہیں ہے بلکہ بعض مقامات پر ان خواص کی جزئیات مختلف اندازوں میں بیان کی گئی ہیں، جیسا کہ تفصیلات پچھلے صفات میں لکھ رکھیں۔

واضح رہے کہ سائنسی مسائل و مباحثت کی دو قسمیں ہیں :-

۱۔ وہ مسائل جو بعض نظریات ہی کی حد تک محدود ہوتے ہیں اور وہ تجربے یا مشاہدے میں نہیں آسکتے۔ بالفاظ دیگر جن کی صحت و ملاقات علمی تجربوں کے ثابت نہیں کی جاسکتی۔ تو اس قسم کے نظریات و مفروقات کی حیثیت بعض ظعنی اور وہی ہوتی ہے اور ان کی قطعیت پر قین نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ آئے ون ان نظریات میں مسلسل تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ اور اس قسم کی تبدیلیاں زیادہ تر فلکیات اور علم کائنات (COSMOLOGY) یعنی زمین اور اجرام و سماوی وغیرہ کی پیدائش و خیروں کے بیان میں ہوتی رہتی ہیں۔

۲۔ اس کے بعد کس وہ امور اور مباحثت جو عینی مشاہدات اور تجربات کے دائرے میں آتے ہیں، ان کی حیثیت بہت بڑی حد تک یقینی اور قابل استدلال ہوتی ہے چنانچہ طبیعت، کیمیا، حیاتیات وغیرہ کے اکثر مباحثت ایک حد تک قطعی علوم میں شمار کئے جا سکتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ان علوم کے تفصیلی مطالبے سے — جب کہ وہ قرآن حکیم کی ابدی آیات کی روشنی میں کیا جائے۔ ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان علوم کے کون سے مباحثت قطعی ہیں اور کون سے غلطی!

دلائل آفاق اور حیاتیات

ایک اور حیثیت سے غور کیا جائے تو علوم ہو گا کہ حیاتیات کا مطالعہ کرنا دراصل قرآن حکیم کے منشار و مقصد کے مطابق دلائل آفاق والنفس کا جائزہ لینسہی کا دوسرا نام ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے:

وَفِي خَلْقِكُمْ وَمَا يَبْثُثُ مِنْ
تَهْبَرِي خَلْقَتْ اُرَانْ جَالِزَوْل
مَابَثَتْ أَيْتْ لِقَوْمٍ يُوْقِنُونَهُ
میں جن کو وہ دروتے زمین پر
پھیلا تا ہے، ایکیں کرنے والوں
کے لئے نشانیاں وجہیں! (جاشیر: ۳)

لادھہ آئندہ کو نہیں۔ ”سَنْرَتْعُمُ الْيَثَا فِي الْآفَاقِ وَنَحْنُ اَنْفُسُهُمْ“

دیہم ان منکرین کو اپنی نشانیاں دکھاریں گے اطرافِ عالم میں بھی اور خود ان کی اپنی ہستیوں میں بھی) کے مطابق آفاقی دلائل وہ ہیں جو روکے زمین پر ہمارے چاروں طرف موجوداتِ عالم کی شکل میں بکھرے ہوتے ہیں اور انسی دلائل سے مراد وہ نشانیاں ہیں جو خود انسان کے اپنے وجود اور اس کے حیاتیاتی و نفیاتی تناظروں سے متعلق ہیں۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو دلائل آفاق والنفس کی تدوین کے لئے تمام سائنسی علوم کا جائزہ لینا پڑے گا۔

وَمِنْ أَيْتَهُ خَلْقَ السَّمَاوَاتِ زمین اور انسانوں کی تخلیق اور ان
وَالْأَرْضِ وَمَا بَثَثَ فِيهَا مِنْ دَابَّةٍ
دونوں میں جانداروں کو پھیلاتا
اس کی خصوصی) نہایوں میں
سے ہے۔ (شوری: ۲۹)

أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ
کیا انہوں نے اونٹوں کا مشاہد
نہیں کیا کہ ان کی بنادت کس
طرح سے کی گئی ہے۔

(غاشیہ: ۱۸)

كَيْا تَوْنَى نَهْيَنِ وَيَكُوْكَ الشَّرْتَنَى
بلندی سے پانی برسایا پھر ہم نے
اس پانی کے ذریعہ مختلف نگول
کے میوے نکال دیئے۔

(فاطر: ۲۰)

ان منکرن کے لئے مروہ زمین
ایک نشانی ہے، جس کو ہم نے
زندہ کیا اور اس سے غلطے نکالے
جس کو وہ کھاتے ہیں۔

(لیمین: ۲۳)

الْمُرْتَرَأَنَ اللَّهُمَّ أَنْزَلَ مِنَ
السَّمَاءِ مَا شَاءَ فَأَنْخَرْجَنَاهُ
نَحْنُ أَرْبَعَتِي مُخْتَلِفًا الْوَارِثَاتِ

وَإِيَّاهُ لَهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ
أَحْيِيْهَا وَأَخْرُجَنَاهُ مِنْهَا مَبْتَأً
فَعَنْهُ يَأْكُلُونَ ۵

یہ مختلف آیات دلائل آفاق و انس پر مشتمل ہیں جو حیوانات و

نباتات سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کے مطالعہ و مشاہدے سے قیامت کے بھی واضح دلائل سامنے آ جاتے ہیں۔ اس لحاظ سے حیاتیات کا مطالعہ بہت ضروری اور اہم ہے۔

قرآن مجید کا طرزِ استدلال

سورہ اٹلی کی زیرِ بحث آیات کے معانی و مطالب کی ترتیب اور ماقبل و ما بعد سے ان کا ربط و تعلق، ان آیات کی غرض و نیت اور سب سے بڑھ کر ان کا اچھوٹا، ولنشیں اور سحر انگیز اسلوب بیان یہ سب ایسے امور ہیں جن سے ذوق و وجود ان رقص کرنے لگتا ہے اور عقل یہ ساختہ پکارا ٹھٹھی ہے کہ یہ یقیناً کلامِ الٰہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان اس جیسا اگھرا اور لازوال کلام پیش کرنے سے حاجز ہے۔ وہ اس جیسا کلام تو مبدل کیا پیش کر سکتا البتہ صرف اس کے اس کلام برتر کی گہرائیاں ہی اپنے پیمانے سے ناپ لے تب بھی بہت زیادہ ہے۔

قرآن حکیم کی حکمت اور اس کے اچھوتے انداز بیان کو سمجھنے کے لئے ان آیات کو رسید کے باہمی ربط و تعلق کو سمجھنا پڑے گا۔ اس طرح یہ بات بھی واضح ہو جائیگی کہ وہ مطلوبہ سائنسی علوم کے ذریعہ انسانی دل و دماغ میں کون سی بات کس انداز میں آمازنا چاہتا ہے!

چنانچہ سب سے پہلے فرمایا گیا۔ سُتْرِ اسْمِ رَبِّ الْأَنْعَمَیْ.

اس میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں : «) پاکی بیان کر۔

(۱) اپنے رب کی (۲) جو ملبد و برتر ہے۔

یہ صرف اسلام ہی کی خصوصیت ہے کہ وہ نوع انسانی سے خالق کائنات کا معارف ”رب“ کی حیثیت سے کرتا ہے۔ اور یہ ایک منطقی تفاصیل ہے کہ خالق کائنات کی تخطیم و تقدیس اس کی ربویت کی بنیاد پر کی جاتے۔ یعنی عقلی دلیل بھی ہے اور ربویت سے الہیت یا استدلال بھی۔ محبت عقلی کی یہ موثر اور پرشش دعوت دنیا کے کسی دوسرے صحیفے یا کسی اور مذہب نے پیش نہیں کی۔ دعوت کا یہ طرائقہ بالکل فطری اور عقلی ہے۔ پھر اس کے بعد رب کی وضاحت فرمائی گئی اس کی پوزیشن اس کائنات کے مقابلے میں کیا ہے۔ تو پہلی بات (پاکی بیان کر) ایک دعویٰ ہوا اور یقین دو باقیں (اپنے رب کی جو برتر ہے) اس دعوے کی عقلی دلیل نہیں۔ یعنی عقلی دلیل اس قدر قوی اور موثر ہے کہ اس کی ربویت کے اثبات کے لئے مخصوص یہ ایک ہی دلیل کافی تھی۔ مگر قرآن حکیم کے ذریعہ چونکہ اس کائنات میں نوع انسانی کو اس کی ہمدرگیر ربویت کے کچھ جلوے بھی دکھانا مقصود تھا، تاکہ نوع انسانی کا اعتقاد مخصوص اس کی عقلی حیثیت ہی تک محدود نہ رہے بلکہ اس عقلی منزل سے آگے بڑھ کر عین اليقین اور حق اليقین کی منزل تک پہنچ جائے، لہذا اس نے اس عقلی دلیل کو بیان کرنے کے بعد ”الذی خلق فسوی والذی قد رفعہ دی“ کے ذریعہ ایک قدم اور آگے بڑھ کر پوری کائنات کو آفاقی والفسی دلائل کے روپ میں انسان کے سامنے رکھ دیا کہ لو اس کی ربویت کی لازوال تجلیوں کا متناہرہ کرنا ہو تو اس کائنات کے نظام تخلیق، نظام تسوبیہ، نظام تقدیر اور نظام ہدایت کے اندر جھانک کر دیکھ لو۔ تم کو اس کی بحیثیت و غریب اور حیرت انگریز ربویت کے جلوے سے صاف صاف

نظر آجائیں گے پھر تم اس کی ذات پر ترکی تکذیب نہ کر سکو گے کیونکہ یہ عرض
عقلی دلائل نہیں بلکہ نظام فطرت کا عین مشاہدہ اور آنکھوں دیکھا حال ہے۔
علم و عمل کو کبھی کبھی جھپٹایا جا سکتا ہے مگر روایت و مشاہدہ کو جھپٹانا ممکن نہیں
ہو سکتا۔

منہاجِ عالم اور ان کے صحیفوں میں اس قسم کے عقلی اور آفاقی دلائل کا وجود
تو درکار یہ ایک اور فتنہ منہاجِ عالم دلائل کے تصور ہی سے خالی ہیں۔

بیانِ وجہی کا مقصد

کائنات کا یہ جائزہ اور قوانین تخلیق و تسویر اور تقدیر و برائیت کا یہ مشاہدہ
نہ صرف "ستیح الشَّرِیفَ الْاُمَّانِی" کی صداقت کا ناقابل تردید ثبوت ہے
بلکہ یہ بیانِ وجہی اور دیگر تمام علوم سائنس کا قرآنی و اسلامی نقطہ نظر سے اولین مقصد
اور بنیادی ہوتی ہے۔ پس قرآن عظیم نہ صرف بیانِ وجہی اور دیگر سائنسی علوم کے
مطابع کی پر زور دعوت دیتا ہے بلکہ اس کا موضوع اور مقصد بھی متعین کرتا ہے
نیز وہ نہ صرف انسان کی ذہنی و فکری حیثیت کو بلند کر کے اس کی زندگی میں
ایک صالح انقلاب لانا چاہتا ہے بلکہ وہ غلط افکار و نظریات پر روکتا اور
راہ کی صحیح سمتوں کی طرف اشارہ کر کے انسان کو اس کے مظاہر کی بھول جعلیوں
میں بھکرنے سے روکتا بھی ہے۔ اور حیرت ہے کہ قرآن عظیم یہ سب کچھ
محض چند گنے چھے الفاظ میں مکمل کر لیتا ہے اور ان تمام اغراض و مقاصد
کا اظہار عرض دو تین فقروں میں کروتیا ہے، اس قدر جامیعت کے

ساختہ کہ اس میں کسی قسم کی تشنگی باقی نہ رہے۔

آلِ الْزَّمِنِ حَلَقَ

بچھلے صفات میں خلاق فطرت کی رو بہیت و خلوت کے دلائل اور ان کی نوعیت کا ایک مختصر ساجائزہ لایا جا چکا ہے۔ اب اجمالاً ایک اور حیثیت سے غور فرمائیے ان مخلوقات الہی کے گوناگوں پہلوؤں اور ان کے سارے اخلاقی مظاہر و خصائص کے باوجود تمام مخلوقات کے درمیان ایک حیرت انگیز قسم کا باہمی اشتراک و تعاون بھی پایا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ لاکھوں مخلوقات اپنے تمام ظاہری و باطنی اختلافات کے باوجود تعاون باہمی یا کو اپریوریسم کاوجر ان کن منظر پیش کر رہے ہیں۔ اس کے پیش نظر کامنات کے نام انواع حیات گویا کہ اس عظیم میشین کے کل پر زے ہیں۔ ان کے آپس کے تعاون و اشتراک کے بغیر پیشین ایک دن بھی نہیں چل سکتی۔ اگر اس میشین کا کوئی صانع و خالق اور مدد بر و تنظیم نہ ہوتا تو پھر ناممکن تھا کہ اس حیرت انگیز نظم و صنیط کا آپ سے آپ مظاہر ہو جاتا اور بغیر کسی میکانک یا ذرا یخور کے اس کے سارے پہنچے آپ سے آپ تحریکی جڑ جاتے اور آپ سے آپ خود ہی حرکت میں آجاتے۔ ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ مہل اور خلاف واقعہ کوئی اور بات نہیں ہو سکتی۔ ایک چھوٹی سے چھوٹی اور حقیر سے حقیر چیز بھی کسی صانع اور کاریگر کے بغیر وجود میں نہیں آسکتی تو پھر اس کا تصور بھی محال ہے کہ اتنی بڑی کائنات میں اس کے لاکھوں مظاہر اور حیرت انگیز نظم و صنیط کے خود خود وجود میں آگئی ہو گی۔

لہذا اس کائنات کے مطالعے و مشاہدے سے اولین جوڑ پر ایک خلاق و فعال
ہستی کا تصور ذہن میں آتا ہے۔

رب اعلیٰ

بچر صانع اپنی صنعت سے پہچانا جاتا ہے کہ بمصدق کائنات اور اس
کے ظاہر میں خالق کائنات کی حسن کا ریگری اور اس کی نفیس اور یہ مثال صنعت
کے بے شمار اور ان گنت تنوفی بکھرے ہوئے ہیں جو اس کی طوبیت و برتری کی
علی الاعلان شہادت دے رہے ہیں۔

اور اس موقع پر خلاق عالم کی روپیت و برتری کی دوستیں ہیں۔ ایک تو
النوع حیات اور دیگر موجودات کے اعتبار سے۔ اور دوسرے خود اجرام سماوی
اور ان کے نظام کے اعتبار سے۔ وہ جس طرح اجرام سماوی میں موجود شدہ
مخلوقات کی نگرانی اور دیکھو بھال کر رہا ہے اسی طرح وہ خود ان اجرام کی بھی
نگرانی و نگہبانی کر رہا ہے۔ پس اس اعتبار سے دیکھا جائے تو اس کی عظمت
و ہمہ گیری کے چند مزید پہلو سامنے آتے ہیں جو کروڑوں اربوں تیاروں، تاروں
اور کہکشاوں کو کنٹرول کر رہا ہے اور ہر ایک کو منظم ضوابط و قوانین کا پابند
باتے ہوتے ہے۔ کسی بھی جرم فلکی کی مجال نہیں ہے کہ وہ اپنے فالوں
اور ضایطے سے ذرا بھی ہٹ سکے۔

مُحَمَّدٌ فِيْ فَلَكٍ لَّيْسَ بِهِ مِنْ
۵

رہا ہے۔ (انبیاء: ۳۲)

ذرائع تصور تو فرمائیے کہ اس کو سچ و بکریاں کائنات اور اس کی لاحدہ دوستوں میں ہمارے سیارے جیسے کتنے سیارے، ہمارے سورج جیسے کتنے ستارے اور ہماری کہکشاں جیسی کتنی کہکشاں میں ہوں گی! ایک ہوتے اندازے کے مطابق ایک کہکشاں سلسلے میں کم از کم ایک کھرب ستارے (ہمارے سورج جیسے) ہوتے ہیں۔ جب کہ ہماری کائنات میں خود کہکشاں میں ہی اروپ کی تعداد میں ہیں۔ پستارے، سیارے اور کہکشاں میں اس قدر دور دراز فاصلوں پر واقع ہیں کہ اس مشکل ہی کے یقین کیا جاسکتا ہے بلکہ ان ہوش ریاضتوں کے ملاحظے سے سر جکڑانے لگ جاتا ہے۔ یہ لاتعداد اجرام سماوی — جن کی صحیح تعداد خدا ہی بہتر جانتا ہے — نہ آپس میں نکراتے ہیں اور نہ اپنے مداروں اور اسٹوں سے ذرا بھی بھک کتے ہیں۔

فِي الْأَكْثَرِ لَقَدْ يَرِى الْعَرِيزُ الْعَالِيمُ

(یہ منصوبہ ایک زبردست اور

بہدوں ہتھی کا۔ (حکم حمد)

کوئی شخص کا نہ ہے اس کی لاحدہ دوستوں اور یہ استہما قدرت کا بلکہ حق تو یہ ہے کہ اس کی علویت و برتری کا صحیح تصور بھی ہمارے محدود ذہن میں آنا مشکل ہے۔ وہ بلند و برتر خلاق طالم جس نے ماڈی اجڑا و عناصر میں آئی جیان کن توانائی (جوہری قوت) رکھ دی ہے جو پیاروں کو دیرینہ و ریزہ و کرکتی ہے، دریاؤں کا رخ موڑ سکتی ہے اور بپرسے کرہ ارض کو تہہ و بالا کر سکتی ہے۔ فرض کیجئے کہ اگر اس پوری کائنات کے تمام مادتے کو۔ کل اجرام سماوی سمیت۔

ایسی قوت یا جوہری توانائی میں تبدیل کر دیا جائے تو اس پورے جمیعے سے کس قدر عظیم قوت حاصل ہو گی کیا اس کا کوئی صحیح اندازہ و تخمینہ لگانا

مکن ہے! اُن سنائیں کے فارمولے $E=MC^2$ کے مطابق محض ایک پونڈ وزنی مادے کو جوہری توانائی میں تبدیل کرنے سے اتنی توانائی حاصل ہوتی ہے جتنا کہ دوارب اسی کروڑ پونڈ کو نہ جلانے کے بعد پیدا ہو سکتی ہے۔ اس حساب سے اب سوچئے کی بات ہے کہ وہ ذات برتر جس نے اپنی تخلیقات میں اس قدر قوت و توانائی رکھ چکری ہو وہ خود کس قدر عجیب و غریب اور حیرت انگیز قوت کی مالک ہو گی! اکیا کوئی اس بات کا تصور بھی کر سکتا ہے کہ جس ہستی نے اپنی مخلوق میں اس قدر قوت رکھ دی ہے وہ خود قوت سے خاری ہو گا اظاہر ہے کہ قوت کو وجود میں لانے کے لئے قوت ضروری ہوتی ہے اور خالق کی قوت ہمیشہ مخلوق کی قوت سے بلند و برتر ہی ہو سکتی ہے۔ پھر کوئی کار بیگر جو کسی مشین کو بناسکتا ہے وہ اس کو توزیعی سکتا ہے۔ اور توڑ کرنا بھی سکتا ہے۔

قرآن مجید میں جایجا خدا نے ذوالجلال کی صفات عزیز، غالب، علی، قدری، چیار، بیکبر، قہار، متعال اور اعلیٰ وغیرہ بہت سے الفاظ کے ساتھ موصوف کی گئی ہیں۔ مگر یہ سارے الفاظ اور صفات انسانی یوں چال اور انسانی پیمائے کے لحاظ سے ہیں۔ اور خدا نے ذوالجلال کی صحیح عظمت اور اس کی بزرگی کو سمجھنے کے لئے یہ تمام الفاظ محض ایک محدود تصور ہی کا کام دیتے ہیں نہ کہ اصل پیمانوں کا۔ حقیقت یہ ہے کہ تماش فطرت کی صحیح عظمت و برتری کو سمجھنا انسان کے لیس کی بات نہیں اور نہ اس کا اطرف و تنگنا تے اس کی وسعتوں کا متحمل ہو سکتا ہے۔

غرض اس موقع پر ”رب“ کی صفت ”اعلیٰ“ (سب سے اونچا)

لَا كُرْنَوْعَ انسانِيْ كُوا سَبَاتٌ كَا احْسَاسٍ دَلَادِيْا كَوْهَ ذَاتٍ بِرَزْ بَلَدِيْ وَطَوْبَتٍ كَيْ
اسَّ آخَرِيْ نَقْطَهِ سَمِيْ جَمِيْ آگَهِ هَيْ جِسِّ كَا انسانِ تَصْوِيرَكَرَ سَكَتا هَيْ كَسِّيْ نَخَوبَ كَهَا
بَهْ كَرَ مَعْرُوفَتَ كَيْ اَصْلَ اعْتَرَافَ عَجَزَ هَيْ هَيْ.

ظَاهِرٌ هَيْ كَرَ اسَّ بَلَدِيْرِينَ تَصْوِيرَكَيْ حَقِيقَتَ مَطَالِعَهُ كَا شَأْنَاتَ اوْرَ اوْرَاقَ فَطَرَتَ
كَوَالِشَنَهُ كَيْ بَعْدَهُيْ حَاصِلَ هَوْتَيْ هَيْ اسِيْ لَهَيْ فَرِمَا يَا گَيَا هَيْ:

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مَنْ يَعْبُدُهُ الْمُرْسَلُونَ وَهِيَ بَنْدَهُ دُرْتَهُ اِيْنَ
جُو (اس کی خلقت کا مجھ) عَلَمَ رَكْخَنَ
الْمَلَمُورَ طَ وَالَّهُ هُوَ
وَالَّهُ هُوَ. (فَاطِر: ۱۸)

رَبٌّ

چونکہ یہ سارا نظام اور یہ سارا کارخانہ حیات بطور ایک اکائی یا یوں ایک۔
مالکیگیر نظام ربوبیت کے ماتحت چل رہا ہے، لہذا وہی اس پوری کائنات کا رب ہے۔
اور وہ جس طرح مختلف اخیار و مظاہر کا رب ہے اسی طرح وہ سماوات اور تمام اجرم
سماوی کا بھی رب ہے۔

رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا
بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ وَمَا
وَخْلَائِيْ مَظَاهِرُهُ مُجْوَدَهُ اور بَعْضُ
كَمَامَاتِ طَلَوْعَ سَبِّ كَارَبَّ
ہے۔ (صَافَاتٌ: ۵)

”رب“ کے لغوی معنی ہیں کسی چیز کو درجہ درجہ حد کمال تک پہنچانا اور یہ ہموم جدید سائنسی طوم کی رشی میں عالم حیوانات و نباتات پر جس طرح صادق آتا ہے اسی طرح خود عالم جمادات اور عالم سماوات پر بھی پوری طرح صادق آتا ہے۔ تفصیلات کے لئے دفتروں کے دفتر درکار ہیں۔

بہر حال رب وہ ہے جو زیر بحث نظام تحقیق اور تسویہ اور تقدیر و ہدایت کے مطابق ایک تنہ سے ایٹم سے لے کر نظام شمسی کے سیاروں تک تمام خلوقات کو ان کے فطری و طبی صفات کے مطابق نشوونما دینے والا اور ہر ایک کو تبدیل تریخ حد کمال تک پہنچانے والا ہو۔ اس اصرار سے دیکھا جائے تو تمام خلوقات اس کے محتاج اور درست نگر نظر آتے ہیں وہ سب پر فالب اور حکمران دکھانی دیتا ہے۔

وَلَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ^۱ جو کچھ زمین و آسمانوں میں ہے
كُلُّهُ لَهُ قُنْصُونَ۔ ۵ سب کاملاں وہی ہے اور سب

اس کی بارگاہ میں جھکھے ہوتے

ہیں۔ (روم : ۲۶)

فطرت کی تتمہ سرائی

جب خدا نے برتری ریوبیت ثابت ہو گئی تو چہ لا جمالہ اس کی الوہیت کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔ یعنی صرف اسی ایک بھی کو عبادت و بنڈگی کے لائق تصور کرتے ہوئے اس کی بارگاہ قدس میں سر عبودیت جھکا دینا اور اپنی،

^۱ متن ہوا نشر الشیعی حلال فتح الرأی مدد النہام (مفروقات القرآن، ج ۱، ص ۱۶۴)

عبدیت اور عجز و نارسائیوں کا اعتراف کرتے ہوئے اس کی مدح سرائی کرنا۔
 لہذا قرآن حکم کا فطری طریقہ تعلیم یہ ہے کہ تم کو ایسے اعلیٰ و افضل پر رونگار
 ہالم کے حضور میں اپنا سر نیاز جھکا کر اس کی حمد و شناکے گیت گھانا چاہئے۔ اور ان
 ٹھیکیوں میں سب سے اپنھا گیت اور نعم وہ ہے جو ان آیات پاک کے بصدق
 صحیفہ فطرت کے مطابعے اور اس کی ورق گروانی کے بعد حاصل ہوتا ہے جو شخص عقلی
 و منطقی ہی نہیں بلکہ مشاہدہ فطرت کی بنابر وجدانی و جذباتی بن کر دل کی گہرائیوں
 سے پھرٹ نکلنے والا ہوتا ہے جو خود بخود "سبحانَ رَبِّيَ الْأَعْظَمِ"
 (میرا رب ہم قسم کی آکو گیوں سے پاک اور سب سے اعلیٰ ہے)
 کے قالب میں ڈھلنا چلا جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس نعمہ ایمان و تقویٰ کو اسلام نے نشان عبدیت کا
 مفتیہاً معاراج قرار دے کر شمار پنجگانہ کا جزو لانگھک بتادیا اور بارگاہ رب البرزت
 میں نعمہ سرائی کے لئے اس دلوں انگریز گیت کو سند قبولیت سے نوازا۔ اور
 عقلی حیثیت سے بھی اس کلمہ حمد و شناکا یہ صحیح مقام ہے۔ نیز یہ بھی ایک
 عجیب حقیقت ہے کہ قرآن نے شروع ہی میں جو دعویٰ (ستحبِ اسْمَ
 رَبِّيَ الْأَعْظَمِ) کی شکل میں کیا تھا وہی دعویٰ صحیفہ فطرت کے مطابعے
 کے نتیجے میں (سبحانَ رَبِّيَ الْأَعْظَمِ) کا روپ دھار لیتا ہے۔ یہ
 قرآن مجید کے فطری صحیفہ خداوندی اور اسلام کے فطری مذہب ہونے
 کی بھی ایک بہت روشن اور بین وسیل ہے۔

اسلام کا تصور روپیت اور اس کی ہمہ گیری

یہ تھی ربویت کی حقیقت اور اس کی بصیرت افرز دوستان، جس کا صحیح اور حقیقی تصور اس کائنات گئی میں صرف اسلام ہی پیش کرتا ہے اور دنیا کا کوئی منہب اس کی اس امتیازی خصوصیت میں اس کا شرک نہیں بن سکتا۔ اسلام کی توبہ بات فطری اور نرالی ہوتی ہے اور اس کی ہر ادا سے حقیقت پسندی اور انوکھیت نمایاں ہوتی ہے۔ غرض اس کی دعوت اول سے آخر تک ربویت ہی پر مشتمل نظر آتی ہے اور نوع انسانی سے اس کے خالق و مالک کا سب سے پہلا اور اولین تعارف بھی "رب" ہی کی حیثیت سے کرایا گیا ہے، جو الحمد لله رب العالمین۔ (تعرف کا اصل محقق اللہ ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے) کی شکل میں کلام ربانی کا سر نامہ اور اس کتاب حکمت کی پیشانی کا نور بن کر چک رہا ہے۔

دعوت اسلامی کی یہ توعیت بالکل عقلی و فطری اور ہر اعتبار سے سائنسیک ہے۔ اس کے برعکس صحیت نے انسان اور خالق کائنات کے تعلق کی دھاٹ کے لئے "باب اور بیٹے" کا تصور پیش کیا ہے۔ صحیت کے اس تصور اور اس کے بنیادی اعتقاد سے پیدا ہونے والی بہت ساری خرافیوں سے قطع نظر اس کا پہلے تصور "ابت" (باب کا تصور) بہت ہی ناقص اور محدود ہے بلکہ اس کا اخلاق صرف طبق انسانی ہی پر ہو سکتا ہے۔ اس کے برعکس اسلام کا کوئی ترین تصور ترتب "آفاقی اور ہمدرگر" ہے، جس میں دنیا کے سارے انواع اور کل موجودات

حق کہ تمام اجرام سماوی تک آ جاتے ہیں۔ چنانچہ رب (ربوبیت) کے معنی جیسا کہ تفصیل گذر چکی کسی چیز کو بذریعہ درجہ کمال تک پہنچانے کے ہیں۔ اس لحاظ سے دنیا کی کوئی بھی چیز اور اس عالم زمکب بو کا کوئی بھی مظہر و اثر ربویت سے باہر نہیں ہے خواہ وہ ایک نحاس ایتم ہو یا ایک بڑے سے بڑا آسمانی گرد، ایک حیر ساحشہ اور پستگار ہو یا ایک بڑے سے بڑا بھتی اور وہیں وغیرہ، یہ تمام مظاہر فطرت ربویت ہی کے ماتحت رواں دواں ہیں اور اس کی ہمہ گیرنگرانی اور دیکھ بھال ہی کے تحت درجہ کمل کو پہنچ رہے ہیں۔ وہی ایک ذات برتر ہے جو تمام کارب اور ناائم اخالی ہے۔ غرض اسلام کا تصور ربویت بہت ہی جامع و مانع، ہمہ گیر اور ملینی برحیقت ہے۔

رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا
بَيْنَهُمَا الْعَزِيزُ الرَّفِيقُ أَرْجُو
أَنْ دُونُوكَمَكَنَّكَهُ مَنْظَاهِرُ
دُفَّقَاؤُوكَخَلَاؤُوكَأَرَانُوكَ
تَامُ تَرْتِيجُوكَهُ كَارَبُ ہے۔ وہ
نَهَايَتُ زَبُورَتُ اور بِهِتُّكَشَنَّهُ
وَاللَّا ہے۔ (ص: ۴۶)

فَلِلَّهِ الْحَمْدُ لَرَبِّ السَّمَاوَاتِ
تَامُ خُوبِیاں اللَّذِی کے لئے ہیں
وَرَبُّ الْأَرْضِ وَرَبُّ الْعَالَمِینَ
جُورَبُ ہے آسمانوں کا زمین کا
اور سارے جہاںوں کا۔

(جاشیہ: ۴۶)

فَلَا أُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشْرِقِ میں قسم کھانا ہوں مشروں اور
مغروں (سحرج کے طبع و
غروب کے مختلف مقامات کے
رب کی۔ (معارج : ۳۰)

فَالَّذِي أَنْزَلَ فرمایا کہ وہ مشرق اور غرب اور ان
دو نوں کے درمیان جو کچھ بھی ہے
(تمام منظاہر، کامر بھج (شوراء: ۲۸))

وَكُوَرَّتُ كُلُّ شَيْءٍ ط اور وہ ہر چیز کا رب ہے (الفاتحہ: ۳۳)
اسلام کی پیش کردہ اس روپیت کی حقیقت اور اس کی صحیح توعیت جدید رائشی
علوم کی روشنی میں پوری طرح واضح اور تبلیغ ہو جاتی ہے۔ اور حیات (رسیالوجی)
کے مطابع سے روپیت کے حرمت انگیز کر شئے اور خصوصیت کے ساتھ حقوق پوری
کے بہت سے بصیرت افزون پہلو سامنے آتے ہیں۔ اس جیزت سے دیکھا جائے
تو اسلام کی پیش کردہ تصور روپیت کے صحیح جائز کے لئے سائنسی علوم کے
ساتھ ساتھ رسیالوجی کا مطابع بھی بہت ضروری ہے۔

جوامع الکلام

یہ چند ملاحظات تھے جو میں نے اپنے ناقص علم کے مطابق چند اصول و
گلیات کی شکل میں اللہ کے سیدھے جیسے بھی بن پڑا بیان کر دیئے۔ ورنہ کلام الہی
کے تمام معارف اور اس کی ساری حکمتوں کو سمجھ جانا انسان کے لیے کی بات نہیں

اور نہ کوئی اس قسم کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ ہاں حسب طرف اس کے موتیوں سے لپا
وامن بھر سکتا ہے، مگر فکایت پھر بھی تنگی و اسماں ہی کی رہے گی۔

غرض یہ چند مختصر ترین آیات کریمہ بیک وقت کائنات اور اس کی مہمیت
کی کہانی بھی سنارہی ہیں اور خالق کائنات کی ہمدرگیر بوبیت کی داستان بھی۔
ان آیات میں انسان کی پوزیشن بھی بیان کردی گئی ہے اور رب کائنات کے
ساتھ اس کا تعلق بھی واضح کر دیا گیا ہے۔ ان میں مطالعہ کائنات کی دعوت بھی
موجود ہے اور نظام کائنات میں جاری و ساری قوانین و مנוابط کا تذکرہ بھی۔
مطالعہ فطرت کی غرض و غایت پرشوئی بھی ڈالی گئی ہے اور علطاً افکار و نظریات
پر تبیہہ کر کے نشان را بھی دکھاریا گیا ہے۔ انسان کو خلاق فطرت اور رب کشم
کی اطاعت اور بندگی کی دعوت بھی دی گئی ہے اور اس کے دلائل بھی واضح کر دئے
گئے ہیں۔ خلاق عالم کی حقیقت بھی ظاہر کر دی گئی ہے اور اس کی حیرت انگریز
صفات کا تذکرہ بھی۔ مادرت کی بھروسہ تردید بھی کردی گئی ہے اور مشرکین کا
ارطال بھی۔ عقلی دلائل بھی بیان کر دیئے گئے ہیں اور آفاقی والنفسی آیات کا
تذکرہ بھی۔ بلکہ الگ غور سے دیکھا جائے تو ان ہی مختصر آیات میں رسالت اور
معاد کا تذکرہ اور ان کا اشتباہ بھی ہے جیسا کہ مابعد کے دلائل اس مقصد کو
 واضح کر رہے ہیں۔ غرض اصولاً وہ کون سی بنیادی حقیقت ہے جو ان (سُبْحَانَ
اسْمَ رَبِّنَا لَا يُشْعَلُ الذِّي خَلَقَ فَسَوَى وَالذِّي قَدَّرَ فَهُدَى) چودہ
گئے چھٹے الفاظ سے چھوٹ گئی ہو یا درج ہونے سے رہ گئی ہو ایکہ اس میں
تو دین بھی آگیا اور دنیا بھی۔ بلکہ ان دونوں کی باہمی آمیزش کا ایک نہایت

ہی دلکش و جامع تصویر بھی۔

پھر مجھوںی حیثیت سے یہ ایک عظیم دعویٰ بھی ہے اور اس دعوے کے ثبوت میں خود ہی عقل و فطرت کے لئے شمار اور ناقابل تردید دلائل کا مجموعہ بھی۔ پھر یہ چودہ اور صرف چودہ الفاظ اپنی ترکیب و ترتیب کے اعتبار سے انہیہاں بیان کا ایک حسین اور لاجواب اسلوب اور عقلي و سائنسی طرز ادا کا اچھوتا اور سحر انگیز نمونہ، رنگارنگ کلیوں کا ایک ہمکتا ہوا گلزارستہ اور رب سے بڑھ کر ایک لا زوال مذہبی ختم رسالہ کا روپ دھار کر پورے عالم انسانی کو بیہوت و ششندگر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عرب کے فصحیاء اور بلغار بلکہ پوری نوع انسانی ہر دوسریں اس کلام پاک کا معاشرہ کرنے اور اس جیسے کلام کی کوئی مثال پیش کرنے سے عاجز اور بے لبس رہی ہے۔

قُلْ إِنَّمَا يَنْهَانِي أَنْ يَأْتِيَنِي مَعَ الْإِنْسَنِ
كہر دو کہ اس جیسے قرآن کی مثال
وَالْجِنُّونَ مُخْلِّي أَنْ يَأْتِيَنِي مَعَ الْإِنْسَنِ
لانے پر الگر تھام جن و انس بھی مسح
الْقُرْآنِ لَرِيَأْوُنَ يَمْتَلِئُهُ وَلَوْكَانَ
ہو جائیں تسب بھی وہ اس جیسا
كَلَامٌ نَّلَاسِكِينَ گے اگرچہ وہ ایک
بعضُهُمْ لِبَعْضٍ نَّظِهِرُوا ۝
دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ
بن جائیں۔ (اسرار : ۸۸)

کلام الہی کی یہ نیز نگیاں اور اس کے اچھوتے، انمول اور بے مثال جواہر پارے کی ایسی انسانی کلام میں بھی مل سکتے ہیں؟ یہ ہے کلام انسانی اور کلام ربی ای کافر ق و انتیاز! یہی مطلب ہے قرآن حکیم کے "جامع الكلام" ہونے کا۔

یعنی اسلام جو مختصر ترین ہونے کے باوجود اس میں حلق و معارف کے پورے پورے ابواب سمجھتے دیئے گئے ہیں اور وہ صحیح اور واقعی معنی میں دریا بکوزے کا مصلحتی ہو۔

چنانچہ مسلم شریف کی جو حدیث خصائص نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی وضاحت میں وارد ہوئی ہے اس میں قرآن حکیم کا "جوامع الكلم" ہونا بھی ایک اہم خصوصیت شمار کیا گیا ہے جو خصائص نبوت میں کو ماکہ سرفہرست ہے:

عَنْ أُبْرَيْهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ الْبُشِّرِيَّةَ مِنْ سَمَاءٍ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَضَلَّتْ
عَلَى النَّبِيِّ إِبْرَاهِيمَ
جَمِيعَ دِيَرَكَ (تَامَ)، إِنَّمَا يَرَى مِنْهُ حِزْرَوْنَ
مِنْ فَضْلِيَّاتِ دِيَرِيَّةِ
جَمِيعِ جَمِيعِ الْكَلَمَاتِ عَطَاهُنَّهُ كُلَّهُنَّهُ
وَأَهْلَكَتْ لِي الْفَنَانَمَ، وَجَعَدَتْ
الْأَرْضَ طَهُورًا وَمَسْجِدًا، وَأَبْلَتْ
إِلَى الْخُلُقِ كَافِةً، وَخَتَمَ
مَا لَمْ يَعْلَمْ
بِي النَّبَّيُّونَ:

(۱) پوری زمین پاک اور سجدہ گاہ
بنادی گئی ہے وہ پوری نوع انسانی
کے لئے معموت کیا گیا ہوں۔
(۲) میرے ذریعے نبیوں کا آنا ہند
کر دیا گیا ہے یعنی مجرم رسولہ

ثبوت ختم کرد و اسی ہے۔ ۵۵
 امام نوویؑ سے جو امعن الکلم کا مصدق قرآن کے علاوہ حدیث کو بھی قرار
 دیا ہے۔

قال الہروی یعنی به القرآن جمع اللہ تعالیٰ فی اللفاظ
 الیسیرۃ من العائیۃ الکثیرۃ و کلامہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمجموع
 قلیل اللفظ کثیر المعانی۔ ۵۶

یعنی ہر ووی کہتے ہیں کہ اس سے مراد قرآن ہے کہ اللہ تعالیٰ
 نے چند مختصر الفاظ میں بہت سے معانی و دلیلت کر دیتے ہیں۔
 اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام بھی مختصر الفاظ اور کثیر معنی پر مشتمل ہے۔

صفات الہی کی جلوہ نمائیاں

اب "جو امعن الکلم" کا ایک اور اعیاز اور کلمات، رمائی کی جادوگری کا ایک اور
 نظارہ بھی ملاحظہ کرتے چلتے کہ ان چودہ الفاظ میں معانی و مطالب کے کیسے کیسے
 بخوبی خارج و حزن ہیں اور غور و فکر کرتے کے باعث کیسے کیسے اسرار و معارف نمایاں
 ہوتے ہیں اس کا بھی ایک مشاہدہ ہو جائے۔

ان آیات (سچے اسنہ ریث الراعلی الذی خلق فسقی والذی قدر
 فهڈی) میں چودہ الفاظ پائے جاتے ہیں جن کی تفصیل اس طرح ہے:

۵۷
 صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاة۔

۵۸
 صحیح مسلم مع شرح نووی ج ۱ ص ۹۹۔ رشیدیہ درہلی، ۱۳۲۶ھ

۱۔ سمع (۱۰) اسم (۱۱) رب (۱۲) الٰ عالی (۱۳) الذی (۱۴) خلق (۱۵) ف (۱۶) سوی (۱۷) و (۱۸) الذی (۱۹) قدر (۲۰) ف (۲۱) ہری (۲۲)۔
ان چھوڑہ الفاظ میں سے چھ حروف اور اسکے صفات و غیرہ ہونے کی وجہ سے غیر اہم ہیں۔ اور لفظیہ آنحضرت الفاظ اسحاق و افعال ہونے کی وجہ سے تہایت درجہ اہم ہیں جن کی ترتیب اس طرح ہے:

شیعہ جانیت	۱۔ سمع
سمویت	۲۔ اسم
ربوبیت	۳۔ رب
محفویت	۴۔ اصل
تحلیق	۵۔ خلق
تسویہ	۶۔ سوی
قدر	۷۔ قدر
ہدایت	۸۔ ہری

پہلے چار الفاظ خالق سے متعلق ہیں اور بعد کے چار الفاظ مخلوق سے متعلق۔
مگر حوالے الفاظ مخلوق سے متعلق ہیں اگر غور سے دیکھا جائے تو دراصل وہ بھی خالق برتر ہی کی صفات نظر آئیں گی۔ یعنی تحلیق، تسویہ، تقدیر و ہدایت جو مخلوقات سے متعلق ہیں وہ دراصل خالق ہی سے متعلق ہیں یعنی خلق سے خالق، تسویہ سے متسوی، تقدیر سے مقید اور ہدایت سے ہادی ہوئے کی بنابر خلاق فطرت ہی کی صفات عالیہ کی جیشیت رکھتے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ آنحضرت الفاظ تمام

کے تمام۔ خالق ہی سے متعلق ہے۔ گویا کہ اول و آخر خالق ہی کا بیان ہے اور ہر رسم اسی کے کر شمے نظر آرہے ہیں۔ ہو الادل والآخر.

ایک دوسرے نقطہ نظر سے دیکھنے تو معلوم ہو گا کہ پہلے چار الفاظ اللہ جل جلالہ کی صفاتِ عالیہ ہیں اور بقیہ چار الفاظ اس کے صفات کمالیہ۔ بالفاظ دیگر ہیلی چار چیزیں (سبحانیت، شُمُوت، رَبوبیت، اور عَلْوَیت) گویا کہ چار مجرد دعوے میں اور بقیہ چار چیزیں (تَحْلیق و تَسْوییہ اور تَقْدیر و تَهْدیت) ان دعوؤں کی دلیلیں۔ اور ہی نوع انسان کو دعوت یہ دی جائی ہے کہ اس کی صفات عالیہ کا مشاہدہ کرنا ہو تو بعض اس کے افعال کو دیکھو تو تمہارے علم و لیقین میں اخفاف ہو جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ نقاش فطرت کی صنعت و کاریگری کے بے شمار نمونے مختلف مخلوقات و موجودات کی شکل میں ہمارے سامنے بکھرے ہوئے ہیں۔ ان کے حسن، بے مثال کاریگری، تنفاست و نزاکت اور استحکام کے جائزے سے خالق برتر کی عظمت و جلال کے نقوش ترسم ہو جاتے ہیں۔

مخلوقاتِ الہی کے جائزے اور ان کے تفصیلی مطالعے و مشاہدے ہی کا یام سائنس ہے اور ایک مسلمان کی نظر میں علوم سائنس کی تحصیل کا اہم اور بنیادی مقصد یہی ہونا چاہئے جس کی طرف خود قرآن مجید رہنمائی کرتا ہے۔

قرآن اور کائنات کی مطابقت

قرآن مجید اور صحیفہ فطرت کے مطالعے کا یہ بھی ایک عجیب و غریب پہلو ہے کہ ان دونوں میں متعدد حیثیتوں سے کامل مطابقت و یکسانیت پائی

جاتی ہے۔ مثلاً جس طرح مختلف مادی عناصر (ELEMENTS) اور ان سے مرکب شدہ سالمات (MOLECULES) کے حیران کن احوال و کوائف کے باعث انسان کو ایک عجیب طرح کی بے چارگی کا احساس ہوتا ہے اور اس کی عقل بالکل چکرا جاتی ہے اسی طرح کتاب الہی اور کلام ربیٰ کے منتخب الفاظ، ان کی ترتیب و نشت، ان کے آپس کے ربط و تعلق اور ان کے ماله و ماءعیہ سے بھی عقل انسانی اسی طرح چکرا جاتی ہے اور وہ احساس درماندگی سے دوچار ہوتا ہے۔ بالفاظ دیگر جس خلاق فطرت کے پیدا کردہ (MATTER) اور اس کے عناصر کی بولقوموں کے ملاحظے سے انسان دہشت زده ہو جاتا ہے اسی طرح صانع عالم کے کلام برتر کی نیزینگوں کو دیکھو کہ عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے۔ یہ کوئی مبالغہ یا شاعری نہیں بلکہ ایک بین حقیقت اور آفاقی صداقت ہے جس کا نظارہ اہل بصیرت ہی کر سکتے ہیں جو ان دونوں علوم سے پوری طرح بہرو در ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن حکیم جس طرح کلام الہی ہے اسی طرح یہ پوری کائنات اور اس کے ظواہر اللذ تعالیٰ کی صفت خلاقیت کے مظہر اور اس کے نمائندہ ہیں۔ لہذا ان دونوں میں کسی قسم کا تعارض و تضاد کس طرح ہو سکتا ہے بلکہ ایک اور جیشیت سے دیکھنے تو نظر آئے گا کہ قرآن و انی کے لئے جس طرح الفاظ کی ترتیب و نشت، ان کے بلاہی ربط و تعلق اور ان کے مالہ و ماءعیہ کو سمجھنا ضروری ہوتا ہے، جس کے بغیر قرآنی اسرار و معارف واضح نہیں ہوتے۔ اسی طرح مادی ظواہر کو سمجھنے کے لئے ان کی ساخت و پرداخت،

ان کے اجزاء و مفاہر، ان کے سالمات و مركبات اور ان کے خواص و مانیرات وغیرہ
کا بھی وقت نظر سے مشاہدہ کرنا پڑتا ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ کی ربوبریت اور اس
کی صفتِ خلاقیت اور حکمت تخلیق کا حال آشکارا نہیں ہو سکتا۔ اور ان دونوں کی
تطبیق وہنوانی سے اسرار و معارف کے دروازے کے کھل جاتے ہیں اور عرفانِ الہی کی
بازش ہونے لگتی ہے جو کہ اصل مطلوب و مقصود ہے۔

سورۃ اعلیٰ کی عظمت

ایک عظیم سورت کی یہ چند عظیم آیتیں تعینِ جن کی میں نے بالکل مختصر سی
تشریح کرنے اور چذاہم اصول و کلیات کے بیان کرنے پر اتفاقاً کیا ہے۔ ان کے
علاوہ بہت سے ہلوا لیے ہیں کہ میں نے انہیں طوالت کے خوف سے چھپرنا
مناسب نہیں سمجھا کیونکہ یہ مضمون اس کا متعلق نہیں تھا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ان
چودہ الفاظ کی تفصیل صحیح معنی میں چودہ ہزار یا چودہ لاکھ و فتوں میں بھی نہیں
سماسکتی کیونکہ جیسا کو عرض کیا جا چکا، ان آیات کو یہ کو عنوان بنائیں اس
سانسی طلوم و فتوں اور لاکھوں النوع حیات اور ان کی تمام نوعی خصوصیات
(ہر ہر نوع کی جزئی تفصیلات وغیرہ) کو ان کی تفصیل میں پیش کیا جاسکتا ہے۔
نیز اسی طرح ہمارے نظامِ شمشی جیسے اربوں کھربوں بلکہ لا تعداد اجرام (جن کی
صحیح گنتی صرف خدا نے جل و ملا ہی جانتا ہے) کے طبعی احوال و کوائف وغیرہ بھی ان
آیات کی تفہیم میں سماسکتے ہیں۔ اس لحاظ سے ان آیات کی مکمل تغیریت کسی
انسان کے بس کی بات ہے اور نہ دنیا بھر کے نام و فرماں کے متعلق ہی ہو سکتے ہیں۔

پہلا حب ذیل ارشاد ربانی میں ذرا بھی مبالغہ نظر نہیں آتا۔

قُلْ لَكُمْ كَانَ الْجَحَدُ مِنَّا
کہہ دو کہ اگر مرے رب کے کلمات
لِطَّهِيمٌتٌ رَّبِّيْلَكَنْفِيدَ الْبَحْرِيْلَ
وکی تفصیل کے لئے سمندر عثمانی
اَنْ تَسْقُدَ الْكِلِمَتَ رَبِّيْلَ وَكَعْنَى
بن جائے تو مرے رب کے کلمات
ختم ہونے سے پہلے ہی اس سمندر
یُمْكِلِيهِ مَدَادًا ۵
کی روشنائی ختم ہو جائے گی، اگر یہ
ہم اس کی حدود کے لئے اس جیسا
ایک اور سمندر لے آئیں۔ (کعبہ: ۱۹)

آج سائنس کی بے انتہا ترقی کی بدولت اس قسم کی آیات کے مفہوم کو سمجھنا
ہمارے لئے بہت آسان ہو گیا ہے مگر اب سے چودہ سو سال پہلے جب کہ کائنات
کا بہت ہی پست اور محدود تصور تھا اس وقت ایک اٹی کی زیان سے اس قسم کا
جیخت افروز دعویٰ کر دیتا یقیناً ایک علام الغیوب مرتضیٰ ہی کافع ہو سکتا ہے۔
اور آج قرآن کی حقانیت کو ثابت کرنے کے لئے ہمیں خارجی اور تاریخی دلائل و شواہد
کی چند اس حضورت باقی نہیں رہی، بلکہ اس کے اس قسم کے داخلی شواہد ہی اس کی
صدقت کی بین دلیل کی حیثیت سے بہت کافی و شافی ہیں۔

بہر حال خارجی ہی وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سورہ اعلیٰ بہت ہی
محبوب تھی اور جیسا کہ بخاری، مسلم اور مسلمانوں کی مختلف روایتوں سے واضح ہوتا ہے
کہ آپ مختلف تمازوں میں اس سورہ کو نہ صرف خود پڑھا کرتے تھے بلکہ صحابہ کرام
کو بھی اس کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ لطف

نیز مسند احمد میں عقبہ بن عامر رضی سے روایت ہے کہ جب
 (سورہ واقعہ کی) یہ آیت "فَيَسْأَلُجَّ بِاسْمِ رَبِّكُوكَلِمْ" نازل ہوئی تو اپ
 نے فرمایا کہ تم لوگ اس کو لپٹنے کو کوع میں کرو (یعنی کوئی کوع میں یہ پڑھا
 کرو) پھر جب "سَبْعَ اسْمِ رَبِّكُوكَلِمْ" نازل ہوئی تو اپ نے فرمایا کہ
 اس کو اپنے سجدوں میں کرو۔ یعنی سجدہ کی حالت میں سبحان رب
 الصلی پڑھا کرو۔ ۴۵۶

قطر حست و شرعت کا مشہور نئی تتمہ

مسلمان اپنی پنجوقہ نمازوں میں ان ابدی و سرمدی ارزالوں (سبحان ربی
 العظیم اور سبحان ربی الاعلی) کے ذریعہ خالق کائنات کی جو حمد و شکر تے ہیں وہ پورے سنت نما
 فطرت اور اس کی تتمہ سرائی سے ہم آہنگی کا ثبوت ہے۔ بالغاظ دیگر کائنات کا کب
 ایک ذرہ اہل اسلام کی فطری عبادت اور ان کے طرز تسبیح کا متوید ہے ملکہ وہ خود بھی
 ان کا ہم ساز و م ساز بن کر ان کے ستر میں اپنا سر ملا رہا ہے۔ کیونکہ ان آیات اور
 ان کے اندازو کلمات کی ترتیب اور ان کے سیاق و سیاق سے ہی منطقی تجوہ نکلتا
 ہے کہ تمام موجودات حالم۔ جو تحلیق و تسویہ اور تقدیر و ہدایت کی صفات سے
 متصف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تہليل یا "ذکر الہی" میں لگئے ہوئے ہیں۔
 جیسا کہ اس اصول کی وضاحت دیگر موضع پر اس طرح ملتی ہے۔

۴۵۶ ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر ۲/۹۹

۴۵۷ میضا۔ ۳/۹۹۔

يَسِّعُ لِلشَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ زمین اور آسماؤں میں جتنی بھی
 وَمَا فِي الْأَرْضِ الْمَلَكُ الْقَدُّوسُ چیزوں میں سب اللہ کی پاکی بیان
 الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ حکیم ہے، وہی (سارے جہاں کا)
 بادشاہ، تعالیٰ سے پاک، زبردست
 اور حکمت والا ہے۔ (جمعہ : ۱)

گریاظاً ہر کائنات کا دل چیر کر دیکھا جاتے تو ان کی گہرائیوں اور ان کے
 ہر بن مُو سے اپنے خالق و مالک ہی کی تسبیح و تہلیل کی صدائیں بلند ہوتی نظر
 آئیں گی۔ ہو سکتا ہے اور بہت محکن ہے کہ ان کی زبان حال کے ساتھ ساختہ
 ان کی زبان قال بھی ہو، جس کا اس وقت ہم کو کوئی شور نہیں ہے۔

وَإِنْ يَقُولُ شَيْءٌ إِلَّا يَسِّعُ بِهِمْ حَمْدَهُ اور کوئی چیزیں نہیں ہے جو اس
 وَلَكُونَ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحُهُمْ ۝ کی حکم کے ساتھ تسبیح نہ کرنی ہو۔
 لیکن تم ان کی تسبیح کو داس وقت)
 نہیں سمجھتے۔ (بن اسرائیل : ۲۴)

أَمَّرَ رَأْنَ اللَّهُمَّ يَسِّعْ لَهُ
 مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ
 وَالْطَّيْرُ طَفْلٌ فَدَرَ
 عَلَمَ صَلَادَةً وَلَيْحَةً طَ
 پرندے بھی پر بھیلائے ہوتے۔ ہر
 دفعے اپنی حملہ (اوائیں) عبادت کا طبقہ
 تو تسبیح خوب جانتی ہے۔ (نور : ۲۱)

سائنسی نقطہ نظر سے مظاہر کائنات کی زبان قال کے وجود کی حقیقت
اجمیٰ علمی دنیا سے ستور ہے۔ ہو سکتا ہے اور بہت ممکن ہے کہ زمانہ مستقبل کی سائنسی
تحقیقات کی دن اس مسقونہ حقیقت کو پوری طرح ظاہر و باہر کر دے۔ اجمیٰ صافی
قریب میں ہندوستان کے لیک مایئر ناز سائنس والی سر جگدیش چندر بوس
نے حیوانات ہی کی طرح نباتات میں بھی احساس و ادراک اور رنج و راحت وغیرہ
جزیات کے پائے جانے کا انکشاف اپنے ذاتی تجربات کی روشنی میں کر کے پوری
علمی اور سائنسی دنیا کو چونکا دیا ہے ۔ اور اب آہستہ آہستہ اس سلسلے میں مزید
تحقیقات ہو رہی ہیں۔

خلاصہ بحث

ان تمام حائقے سے یہ حقیقت سوچ کی طرح روشن ہو گئی کہ حیاتیات
اور دیگر سائنسی علوم کا تعلق ان آیات کریمہ سے کس قدر گہرا ہے! انہیں سے
یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ ان علوم کی تحصیل کے بغیر یہ اور قسم کی دیگر آیات کریمہ
کو علی وجہ البصیرت سمجھنا اور جدید ذہن کے مقابلے ان کی تفسیر کرنا ممکن نہیں ہے۔
نیز ان علوم کی تحصیل اور ان کے پیش نظر قرآنی آیات کی تشریح و تفسیر
سے ہیں حسب ذیل خصوصی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔

دھھ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو کتاب Great men of India
میں سر جگدیش چندر بوس سے متعلق بہ و فسر جیسی گوش کامقاں۔

۱۔ الحاد و لاو نیت کے خلاف علمی و سائنسی دلائل فراہم کرنا ممکن ہو جاتا ہے۔ مثلاً سائنسی علوم اور ان کے مباحث میں بے شمار یہ مواقع آتے ہیں جہاں پر ظاہری اسباب و طبل کی کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی اور مجبوراً ایک مسبب اس باب اور ان دیکھی ہستی کی کارفرمائی تسلیم کرنی پڑتی ہے۔ تو یہے تمام مواقع کی نشانہ ہی قرآنی اشارات و کنایات کی رہنمائی اور جدید سائنسی علوم کی روشنی میں کر کے الحاد و مادیت کا رد کیا جائے جیسا کہ خود ارشاد باری ہے:

وَكَانُنْ مِنْ آيَتٍ فِي السَّمَاوَاتِ
وَالْأَرْضِ يَعْرُونَ عَلَيْهَا وَلَهُمْ
لَوْكَ أَنْجَحُمْ بِنْدَرَ كَرَكَ كَرَكَ
عَنْهَا مَغْرُصُونَ ۝

جزء اول: (لوسٹ: ۱۱۵)

۴۔ حیوانات و نباتات کی صورتوں اور سیرتوں“ کے مطابعے سے حسنۃ اللہ
اللَّذِی أَنْقَنَ مُکْلَفَ شَیْئیٍ ” (بِیْ الرَّحْمَنِ کا ریگری ہے کہ اس نے ہر چیز کو مفہیم و
مستحکم کیا ہے اللَّذِی أَنْقَنَ مُکْلَفَ شَیْئیٰ نَعْلَمُهُ) (اس نے جو بھی بنایا خوب بنایا)
کے مطابق اس کی حسن کا ریگری اور حکمت تخلیق کے آفاقی اور روح پرور نظراء
سامنے آتے ہیں، جن کے ذریعے اس کے جاری کردہ نظامِ ربوبریت کی حقیقت
کھل کر سامنے آجائی ہے۔

۴۔ ولائی آفاق والفس کی تدوین مکن ہو جاتی ہے۔ جس کے ذریعہ ایک طرف قرآن حکیم کی حقانیت اور اس کے بیانات کی صداقت واضح ہوتی ہے دوسری طرف منکرین و معاذین کے شکوک و شبہات اور ان کے

اعترافات کا جواب بھی مہریا ہوتا ہے جس کے نتیجے میں ہر قسم کے شکر و مظاہر پرستی اور الحاد و مادیت وغیرہ کا بھی قلع قمع ہو جاتا ہے۔ یہی مطلب ہے اس آیت کریمہ کا:-

سَنَرِيْهُمْ أَبْيَا تَأْفِيْ الرَّفَقَ
بِمَ عَنْرِيْبِ ابْنِ اشْتَانَوْنَ اَنْ كَوَانَ
وَفِي الْفَنِيْمِ حَتَّىٰ تَبَيَّنَ لَكُمْ
كَمْ كَرْدَنَوْنَ مِنْ بَحْرِ كَحَادِرِنَ
أَنَّهُ الْحَقُّ طَ
او خود ان کی اپنی مہربیوں میں بھی
ٹانکہ یہ ظاہر ہو جاتے کہ یہ کلام
برحق ہے۔ (ختم سجدہ: ۵۲)

۲۔ ہر دور کے تقاضے کے مطابق ایک نیا علم کلام وجود میں آتا رہتا ہے اور اس کی تدوین علمائے اسلام پر فرض کفایہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ یعنی ہر دور میں یہ بات ضروری ہے کہ تمام عصری علوم کا جائزہ لے کر کتاب الہی کے منشاء و مقصد کے مطابق اس کی ابتدی و سرمدی آیات میں غور و فکر کر کے تئے نئے علمی درستہ نگار دلائل کی تدوین کی جاتے جن کے ذریعہ حالم انسان کی رہنمائی ہو۔ درستہ وہ عند اللذیحہم اور قصور و ارثہریں گے۔ یہ فرضیہ قیامت سکھ علمائے اسلام پر ایک فرض کفایہ کے طور پر عامد رہے گا۔

فَيَشْرُبُوا مِنَ الَّذِينَ يَسْتَعْوِنُونَ میرے ان بندوں کو خوشخبری
الْقَوْلُ فَيَتَّسِعُونَ أَحْسَنَهُمْ
سَنَوْ جو پوری بات کو غور کے
أَوْلَادِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ
وَأَوْلَادُكَ اللَّهُمَّ أَوْلَادُ الْأَبْيَابِ هیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کا اللہ

نے ہدایت سے نوازا ہے اور یہی بخ

عقل والی ہیں۔ (زمر: ۱۲-۱۸)

ضرورت اس بات کی ہے کہ سائنسی علوم اور خصوصاً حیاتیات (بیانوجی) کو ہمارے اسلامی مدارس میں بھی رائج کریا جاتے بلکہ زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ سورہ اعلیٰ کی ان ایتیں آیات دستیح اسم دریث الامم لی اللہ نے خلق فتویٰ والذی قد فهد) اور ان کے مطابق کو جلی حروف میں تحریر کر کے ان کی تختیاں تمام سائنسی درس گاہوں میں اور زبان کی جائیں اور ان آیات پاک کے مطابق تمام سائنسی طلبیکے ذہنوں میں پوری طرح آثار دینے چائیں جو انسان کو نہ حرف ایک لمحہ فکر میں عطا کرتی ہے اور کائنات کا ایک مکمل و مربوط اور جامع تصور پیش کرتی ہیں بلکہ وہ غور و فکر اور ذہنی ارتقاء کی ہر منزل میں ایک رہبر درہ نہماں کا فرضیہ بھی تجویز کیا جائے گی۔

هُنَّ أَبْصَارٌ لِّنَّا مِنْ وَلَدٍ كَوَافِرٌ حَمَدَ لِّتَوْجِيْمٍ لِّوَقْتِنَوْنَ ۵
یہ نوع انسانی کے لئے اسباق ہیں اور یقین کرنے والوں کے
لئے ہدایت و رحمت (کاس امان) (دعا شیعہ: ۲۰)

محمد شہاب الدین ندوی

۲۲ نومبر ۱۹۸۰ء

فہرست حوالہ جات

اسلامی کتب ۹۔

- ۱۔ قسمان مجید
- ۲۔ تفسیر روح المعانی، از علامہ شہاب الدین آکوسی، مطبوعہ بیروت
- ۳۔ تفسیر کشاف، از علامہ جارالشذوذ خنزیری، مطبوعہ تهران
- ۴۔ تفسیر ابن کثیر، از حافظ عماو الدین اسماعیل ابن کثیر، عسیی البابی مصر
- ۵۔ تفسیر کبیر، از امام فخر الدین رازی، مطبع حسینیہ وقارہ مصر ۱۲۷۴ھ
- ۶۔ تفسیر بیان القرآن، از مولانا اشرف علی تھانوی، مطبوعہ تاج پیش روی
- ۷۔ تفسیر حلالین، از جلال الدین محلی و جلال الدین سیوطی، عسیی البابی مصر ۱۲۳۶ھ
- ۸۔ تفسیر جواہر، از شیخ ظنطاوی جوہری، مصطفی البابی الحلبی و اولادہ مصر ۱۲۵۱ھ
- ۹۔ فارسی ترجمہ قرآن اور حصر حواشی موسوم به فتح الرحمن، از شاه ولی اللہ رہوی، مطبوعہ عسیی
- ۱۰۔ تفسیر معارف القرآن، از متفقہ و مشفیع صاحب، مطبوعہ دیوبند

- ۱۱۔ الفوز الكبير، از حضرت شاه ولی اللہ در بلوی
- ۱۲۔ لسان العرب، از ابن منظور، طبع جدید، بیروت ۱۹۶۸ م
- ۱۳۔ مفردات القرآن، از نامام راغب اصفهانی، طبع بیروت
- ۱۴۔ القاموس المحيط، از محمد الدین فیروز آبادی، مصر، ۱۹۱۲ م
- ۱۵۔ المنجید، از الائیب لویس ملکوف، بیروت، ۱۹۵۶ م
- ۱۶۔ لغات القرآن، از مولانا عبد الرشید شعاعی، زفہۃ المصنفین درہی
- ۱۷۔ صحیح مسلم مع شرح فویی، رشیدیہ درہی، ۱۳۷۴ھ
- ۱۸۔ سنن ترمذی
- ۱۹۔ مسند احمد بن حنبل.
- ۲۰۔ مقالات شبیلی، از علامہ شبیلی نعیانی، حصہ چہارم، دارالمصنفین.

سائبی کتب:-

- ۲۱۔ نامعلوم انسان، از داکٹر الکس کیرل، اردو ترجمہ از محمد یوسف
کوکن عمری ایم۔ اے، مدارس یونیورسٹی، ۱۹۵۳ م
- ۲۲۔ خدا ہمارے ساتھ ہے، از کریمی موریں، مترجم صلاح الدین احمد
لاہور، ۱۹۹۵ م

۱۱۔ ASIMOV'S GUIDE TO SCIENCE, VOL 2, PELICAN
BOOKS LONDON, 1978.

۱۲۔ OUTLINES OF ZOOLOGY, BY M.E. AYYAR

11.

MADRAS, 1976

- 10- A CLASS BOOK OF BOTANY, BY A.C. DUTTA,
OXFORD UNIVERSITY PRESS,
- 14- BOTANY FOR DEGREE STUDENTS, BY A.C.
DUTTA, OXFORD UNIVERSITY PRESS, 1979.
- 16- THE ENCYCLOPEDIA OF IGNORANCE, EDITED
BY RONALD DUNCAN, PERGAMON PRESS,
OXFORD, 1978.
- 18- GREAT MEN OF INDIA, EDITED BY L. F.
RUSHBROOK WILLIAMS.



مسلم پرنسپل لام اور تحفظ شرعیت پر مولانا محمد شہاب الدین ندوی
کی دو محکمة الادارہ کتباب میں

صپریم کورٹ کا فیصلہ

حقائق و واقعات کی روشنی میں

عیاں حقوق سے بھرپور ایک دستاویزی نوعیت کی کتاب جس میں
اسلامی شرعیت کے خلاف کی جانے والی سازشوں کا پردہ پوری طرح
چاک کر کے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کروایا گیا ہے۔

صفات ۱۲۔ شاندار گت اپ، قیمت ہفت۔ ار روپے۔ انگریزی لایشن ۱۲ رائے

شرعیت اسلامیہ کی جنگ

نفقہ مطلقة کی روشنی میں

قرآن اور حدیث کے حقوق و معارف سے لبریز ایک بے مثال کتاب
جس میں نفقہ مطلقة کی کہانی اور دفعہ ۱۲ کا حقیقی پس منظر بیان کرتے ہوتے
ہندو قانون اور اسلامی قانون کا بھی ایک تقابل و کھایا گیا ہے۔

صفات ۲۲۔ شاندار گت اپ، قیمت صرف انعامہ روپے

- شائع کردہ :-

فرقانیہ اکیڈمی ٹرست، عہد و اسرائیل، بیکوور میں

ہماری مطبوعات

حسب ذیل کتب خانوں سے بھی مل سکتی ہیں

- مکتبہ دارالعلوم ندوۃ العلماء۔ لکھنؤ
- مکتبہ الفرقان۔ نیا گاؤں مغربی۔ لکھنؤ
- کتب خانہ رشیدیہ۔ جامع مسجد۔ دہلی عد
- دارالعارف۔ ہندی بازار۔ بمبئی عد
- شرف الدین ایتڈسنس۔ محمد علی روڈ۔ بمبئی عد
- مکتبہ جامعہ۔ ابرازیم رحمت اللہ روڈ۔ بمبئی عد
- کلثوم بک ڈپو۔ جامع مسجد باندرہ۔ بمبئی عد
- تاج آفس۔ محمد علی روڈ۔ بمبئی عد
- دارالعلم۔ محمد علی روڈ۔ جملکی (کرنٹک)
- دارالاشاعت اسلامیہ۔ کولوٹولہ اسٹریٹ۔ کلکتہ عد

سوں ایجنسٹ برائے دہلی

کتب خانہ رشیدیہ۔ جامع مسجد۔ دہلی

عصرِ جدید کے نادہ پرستانہ حیثیت لغت کے جواب میں مولانا محمد شہاب الدین ندوی

کی پختہ محققانہ تصانیف جو مکت و لشیں دلائیں ہے مژینِ جدید ذہن و دماغ کے پیدا کر دے شکر و شبہات کا جھوہب اور اسلام کی ادبیت و علمیگری کا سائنسیکٹ ثبوت فراہم کرتی ہیں۔

قیمت : ۱۰/-	چاند کی تحریر قرآن کی نظر میں	★
۱۲/-	islam اور عصر حاضر	★
۱۰/-	سپریم کورٹ کا فیصلہ	★
۱۰/-	بیالوجی قرآن کی نظر میں	★
۱۸/-	شرعیتِ اسلامیہ کی جگہ	★
.....	اسلام اور جدید سائنس (نیا ایڈیشن)	★
.....	قرآن مجید اور دنیاۓ حیات	★
۲۱/-	اسرار بتوت : سائنسیکٹ نقطۂ نظر سے	★
۱/-	نظریہ اشتراکیت	★
۱/-	ہماری تعلیم کا مسئلہ	★
۹/-	آسان عربی زبان (دو حصے)	★

Published by :

FURQANIA ACADEMY TRUST
165, Dasarahalli, Bangalore-560 057 (INDIA)

Phone : 384733